اکتوبر
۲۰۲۳ء

ماہنامہ

ارمغان ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT, پھلت ضلع مظفر نگر
MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.) www.armughan.net
₹25/-

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۳۱ شمارہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۲۳ء مطابق ربیع ثانی ۱۴۴۵ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صد یقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاھر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھا رون مظاھری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-9528157838

9548893624 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیر قانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25روپے ❖ سالانہ 300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500روپے

❖ اعزازی تعاون 1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 8000روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پُھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	سچائی اور امانت داری	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۱
☆	امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث..	مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی	۱۵
☆	اسلام کے اسباب کشش...	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۲۰
☆	غزل	جناب سرفراز بزمی	۲۴
☆	ولادت باسعادت	مولانا عبدالماجد دریابادی	۲۵
☆	سماجی برائیاں	جناب منیر انور	۲۸
☆	مولانا لطیف الرحمٰن قاسمی بہرائچی	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۳۱
☆	کیا تھے وہ لوگ...	مولانا ذکی الرحمٰن غازی	۳۴
☆	سجدہ بندگی نقطہ عروج پر	مولانا شمس نوید عثمانی مرحوم	۳۵
☆	غزل	جناب ڈاکٹر جمیل مانوی	۳۷
☆	خبروں کی دنیا	محمد سعد ادریس قریشی قاسمی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **اکتوبر** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

ووٹ کی اہمیت کے تعلق سے چند گذارشات

ایک خاص موقع پر، کسی خاص پس منظر میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر قوم کو پنج وقتہ نمازی نہیں، بلکہ سو فیصد تہجد گزار بھی بنا دیا جائے، لیکن ان کے سیاسی شعور کو بیدار نہ کیا جائے اور ملک کے احوال سے ان کو واقف نہ کیا جائے، تو ممکن ہے کہ اس ملک میں آئندہ تہجد تو دور پانچ وقت کی نمازوں پر بھی پابندی عائد ہو جائے۔ یہ اور اس طرح کے ملتے جلتے، حضرت مفکر اسلام کے ارشادات، جہاں ان کی سیاسی بصیرت کے آئینہ دار ہیں، وہیں ان سے مسلمانوں کے اندر سیاسی شعور کی بیداری کی اہمیت کی ضرورت بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔

مسلمان چونکہ ایک داعی امت ہیں، اور ان کا فرض منصبی دعوت اسلام کا مبارک کام ہے، اور اس پیغمبرانہ کام کو انجام دیئے بغیر مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان باقی رہنے کی یقین دہانی نہیں کرائی جاسکتی، اس لئے ہر ملک کے مسلمانوں کو اپنی دعوتی سرگرمیاں انجام دینے کے لئے پر امن اور سازگار ماحول کی بھی ضرورت ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کو امن وسکون کا ماحول پسند ہے، اور فساد کا ماحول اس کو ناپسند ہے۔ اللہ کے پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے شہر کے لئے امن وامان کی دعا مانگی ہے: رب اجعل ھذا البلد آمنا (بارالہا! اس شہر کو امن وامان کا گہوارہ بنا دیجئے۔) اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کار دعوت کے لئے امن و امان، اطمینان وسکون ایک بنیادی ضرورت ہے، اور چین وسکون کی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ ایک طرح کا انسانی حق ہے، جسے بہر حال مہیا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر نہ ملک کی ترقی ممکن ہے، اور نہ افراد انسانی کی فلاح و بہبود کا کوئی منصوبہ بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ امن وامان، اور سکون کی فضا کے لیے جتنا کسی ملک کا حاکم اور بادشاہِ وقت ذمہ دار ہے، اتنا ہی اس کی ذمہ داری عوام اور رعایا کے افراد پر عائد ہوتی ہے۔ بلکہ ہمارے ملک کے جمہوری نظام میں اس کی اہمیت اور مزید ہے، کیونکہ عوام کی صحیح سمجھ اور صحیح فیصلے سے ہی ملک کی تقدیر بدلتی ہے، اور حالات پر گرفت قائم ہوسکتی ہے۔ اور باشندگان وطن کا سیاسی شعور ہی کسی ملک میں صحیح اور مناسب ماحول پیدا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

تمام اہل نظر اور صاحب بصیرت لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ ایک جمہوری ملک میں ووٹ کی کس قدر اہمیت ہوتی ہے، ان کے لئے ووٹ ایک طاقت ور ترین ہتھیار ہوتا ہے، ووٹ کے ذریعے سے حکومتی عہدیداروں کا تعین کیا جاتا ہے، ایوان بالا کی کرسیوں کا اقتدار طے ہوتا ہے، ملکی وزیر اعظم اور ریاستی وزرائے اعلیٰ کو منتخب کیا جاتا ہے، حاکم و بادشاہ بننے کے تمام سیاسی اور اہم فیصلے ووٹ کے ذریعے سے ہی طے کیے جاتے ہیں، اور ملک کا اندرونی امن وامان (لا اینڈ آرڈر) اسی کے ذریعہ سے قائم ہوتا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اسلامی نقطہ نظر کے لحاظ سے بھی ووٹ دینے کی بڑی اہمیت ہے، قرآن کریم میں ضرورت کے موقع پر شہادت چھپانے سے منع کیا گیا ہے۔ چونکہ اہل نظر کے نزدیک ووٹ بھی اصل میں ایک طرح کی شہادت ہی ہے، اس لئے بغیر عذر ووٹ دینے سے غافل رہنا کتمان شہادت ہے، اور اس کی ممانعت قرآن مجید میں کی گئی ہے: ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ووٹ کا دینا ایک ملی اور سماجی ذمہ داری ہے وہیں یہ ایک طرح سے ہماری شرعی اور دینی ذمہ داری بھی ہے۔

ہمارے ملک کی موجودہ صورت حال کسی بھی شخص سے مخفی نہیں ہے، کتنے مسائل ہیں جو ہمارے سامنے منھ پھیلائے کھڑے ہیں، اور جن کا کوئی ظاہری حل، نہ ہمارے عوام کے پاس ہے، اور ہمارے خواص کے قابو میں۔ مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی کوشش، ہجومی تشدد کے مسلسل واقعات، میڈیا کی مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی، جگہ جگہ انسانی خون کی ارزانی، مساجد پر حملے، مدارس پر نشانہ، اذان پر پابندی کی کوشش، حجاب پہننے پر مقدمات، عوامی مقامات پر نماز ادا کرنے پر گرفتاریاں۔ اور اس طرح کے نہ جانے کتنے مسائل ہمارے سامنے موجود ہیں، جو ہماری اولین توجہ چاہتے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے مسائل کا حل ہماری منظم ووٹنگ، اور عام مسلمانوں کے سیاسی شعور کی بیداری کے ذریعہ ممکن ہے۔

اس بڑی حقیقت کے باوجود حالیہ ایک سروے کے مطابق ہمارے جمہوری ملک میں تقریباً 50 فیصد مسلمان ووٹر آئی ڈی کارڈ سے محروم ہیں، یا ان کے کارڈوں کا اپڈیٹ نہیں کیا گیا ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جن کے ووٹر کارڈ موجود ہیں مگر وہ پولنگ کے موقع پر یہ سوچتے اور کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ہمارے ایک ووٹ سے کیا فرق پڑے گا۔ ووٹ کسے دینا ہے؟ اور کیوں دینا ہے؟ کون سا امیدوار ہمارے حق میں مفید ہے؟ اجتماعی طور پر کسے مسلمانوں کو فائدہ ہوسکتا ہے؟ یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات کے سلسلہ میں کسی پلاننگ کے لئے ہماری قوم کے پاس وقت نہیں ہے، اور نہ ہی ہم اپنی قومی اجتماعی ضرورتوں کے لئے، اپنی انفرادی رائے، یا اجتماعی مفادات کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ جس طرح قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے، اسی طرح پارلیمانی و بلدیاتی انتخابات میں ہر ہر فرد کا ووٹ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اور اس سے یقیناً فرق محسوس کیا جاتا ہے۔

اس وقت ملک بھر میں ووٹر آئی ڈی کارڈ بنانے کا کام جاری ہے، اور الیکشن کمیشن کی ویب سائٹ پر اس کی تمام تفصیلات موجود ہیں، آئندہ انتخابات کو سامنے رکھتے ہوئے، مسلمانوں کے اندر سیاسی شعور بیدار کرنا، اور اپنے ووٹ کی اہمیت کو سمجھانا بھی ہماری ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہونی چاہئے۔ اور ہم سب کو اس جانب سنجیدگی کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے تمام ملی ذمہ دار، ہماری تنظیمیں، ہمارے ادارے، اور ہمارے باشعور افراد اس جانب توجہ کریں، اور ایک ایک کڑی کو اپنے ساتھ جوڑ کر، ایک ایک فرد کی رہ نمائی کریں، ان کا سیاسی شعور بیدار کرنے کی جانب پیش رفت کریں، ان کے کارڈ بنوانے میں ان کی مدد کریں، اور ملت کے ہر فرد کو ذرہ سے آسمان بنانے کی جدوجہد میں شامل ہوں۔ کیونکہ:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سچائی اور امانت داری

''ہر مرض کی دوا ہے صَلِّ علی محمدؐ'' سے ایک مضمون

مولانا محمد کلیم صدّیقی

نبی کریم ﷺ کی ایک قولی ومرکزی اور مؤکد سنت صدق ہے، اور یہ سچائی گویا پورے حجاز میں آپ کی پہچان سمجھی جاتی تھی بلکہ آپ کے اسم گرامی کا ایک حصہ اور آپ کا لقب بن گئی تھی، سیرت پاک کا گہرائی سے مطالعہ فرمانے والے سے یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ قول اور بات کو آپ نے سچائی عطا کی۔ ہر خوبی کا ایک پیمانہ اور معیار ہوتا ہے۔ سچائی کا پیمانہ جناب رسول ﷺ کا قول ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ سچائی کیا ہے تو جواب یہ ہوگا جو حضور ﷺ فرمادیں اور یہ بات ایسی سچی ہے کہ آپ کی جان کے دشمن بھی آخر وقت تک اس کے قائل رہے کہ جو سچائی آتی ہے، محمد بن عبداللہ کی زبان سے آتی ہے۔

پہلے ہی آپ کا نام اور لقب اپنے اور پرایوں میں الصّادق الامین مشہور ہوگیا تھا، نبوت سے قبل جب کعبہ کی تعمیر جدید کے موقع پر حجر اسود کے نصب کرنے پر مختلف قبیلوں میں جنگ ٹھن گئی اور ہر قبیلہ اس کے نصب کرنے کو اپنا حق سمجھ رہا تھا تو ایک فیصل نے یہ فیصلہ کیا کہ کل صبح سویرے، یعنی اگلے روز صبح جو سب سے قبل حرم میں پہنچ جائے وہ ہی حجر اسود کو نصب کرے۔ پیارے نبی ﷺ سب سے پہلے حرم میں موجود تھے، ان کو دیکھ کر ہر قبیلے والا خوشی سے جھوم پڑا اور سب نے یک زبان ہوکر کہا:

جاء الصادق الامین رضینا ہ رضیناہ

(یہ سچے اور امانت دار ہیں، ہم ان کو حکم بنانے پر راضی ہیں)

شاہ روم ہرقل کے دربار میں حضرت ابوسفیانؓ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔(غزوہ احد جس میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا، جس میں حضرت حمزہؓ کو دردناک انداز میں شہید کیا گیا دیگر ستر جاں باز شہید ہوئے، اس غزوہ میں کفار قریش کی کمان ابو سفیان کے ہاتھ میں رہی اور فتح مکہ تک یہ دشمنی بڑھتی رہی)۔

ابوسفیان کی جب ہرقل کے دربار میں رسائی ہوئی اور ہرقل نے حضور ﷺ کے بارے میں معلوم کیا تو ایک سوال یہ بھی کیا کہ وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس نے اپنی ذاتی زندگی میں کبھی جھوٹ بولا ہے؟

ابوسفیان کو اس آپسی دشمنی اور ہرقل کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کا ایک موقع ملنے کے باوجود یہ جواب دینا پڑا.... کہ اس نے کبھی ذاتی زندگی میں جھوٹ نہیں بولا۔

اس پر ہرقل نے کہا: جس نے اپنی ذاتی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ لگا سکتا ہے؟

ابوسفیان جب مسلمان ہوگئے تو ان سے بعض صحابہ نے سوال کیا کہ آپ ہرقل کو حضور ﷺ کے خلاف بھڑکانے کے لئے گئے تھے آپ نے جھوٹ ہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں؟ (العیاذ باللہ) ابوسفیان نے جواب دیا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں یہ کہوں، مگر محمد ﷺ کی صداقت عربوں میں ایسی ضرب المثل تھی کہ اگر میں ان کو جھوٹا کہہ دیتا تو پورے عرب میں، میں خود جھوٹا مشہور ہوجاتا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بلا شبہ سچائی اور صدق انسانیت کے لئے بڑی رحمت ہے، اس لئے نہ صرف یہ کہ آپ نے قول کو سچائی عطا فرمائی بلکہ سچ کے فضائل اور جھوٹ کی اس قدر مذمت فرمائی اور جھوٹ پر ایسی وعیدیں ارشاد فرمائیں کہ ان کے علم کے بعد انسان کے لئے جھوٹ بولنا ایک طرح سے ناممکن سی بات ہے۔

ایک موقع پر اللہ کے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے، سوال کیا گیا کہ مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے، سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہرگز نہیں ہوسکتا۔

عن رسول اللہ ﷺ، لمّا سئل أیکون المومن جبانا، انہ قال نعم، قیل لہ أیکون المومن بخیلا، قال نعم، قیل لہ أیکون المومن کذابا، قال لا (طبرانی)

کوہ صفا پر چڑھ کر آپ ﷺ نے اپنے حق رسالت کو ادا کرنے کے لئے قریش کے مشہور طریقہ پر واصباحاہ، واصباحاہ کی آواز لگائی، یہ اہم ترین منادی سن کر سارے قریش جمع ہوگئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک دشمن کی فوج ہے جو کسی وقت بھی تم پر حملہ کرسکتی ہے، تو کیا تم یقین کروگے؟ تمام سرداران مکہ نے ایک زبان ہوکر جواب دیا کیوں نہیں:

ماجربّنا علیک الکذب قط.

(ہم نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں سنا)

آپ کی سچائی پر یہ اعتماد آپ کے دشمنوں کو آپ کی پوری حیات مبارکہ میں رہا۔ آپ کے عہد کا فرعون اور آپ کا سب سے بڑا جانی دشمن ''ابوجہل'' بھی آخر تک اس کا معترف رہا۔ ایک بار اس نے جناب رسول ﷺ سے کہا: کہ اے محمد! میں تم کو ہرگز جھوٹا نہیں سمجھتا، مگر تمہاری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔ (شفاء/ قاضی عیاض) یہی وجہ ہے کہ سچائی نہ صرف آپ کی پہچان بن گئی اور آپ نے قول کو سچائی عطا فرمائی، بلکہ آپ نے اپنے ارشادات میں صدق وسچائی کے ایسے فضائل اور جھوٹ کی ایسی مذمت بیان فرمائی کہ ان کو سننے کے بعد کسی مسلمان کے لئے جھوٹ بولنے کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔

ایک واقعہ

اگر ہم لوگ نبی ﷺ کی سیرت پاک کو بحیثیت معجزہ پڑھنے، سننے اور سمجھنے کے بجائے بحیثیت اسوہ پڑھتے اور سمجھتے، تو یہ سچائی اور صدق جو آپ کے قول کی، آپ کی پہچان اور لقب سمجھی جانے والی سنت ہے، وہ ہماری بھی پہچان ہوتی، کسی سچے متبع رسول کے لئے جھوٹ بولنا تو درکنار اس کا تصور بھی ناممکن تھا کہ مسلمان جھوٹ بول سکتا ہے۔

پھُلت والوں کے مورث اعلی قاضی یوسف ناصحی، بادشاہ سکندر لودھی کے استاد اور شیخ تھے، سکندر لودھی نے جب دلّی کو پایہ تخت بنایا، تو آپ کو 'سِدّ ھور' (ضلع بارہ بنکی، یوپی) سے بلا کر محکمہ قضا کی نگرانی فرمانے اور دہلی میں سکونت کی درخواست کی، مگر حضرت کا دل حکومت کی گھما گھمی سے گھبراتا تھا۔ ایک دن بادشاہ کی کسی غلطی پر شرعی عذر پاکر حضرت نے دہلی کو خیر باد کہا، اور دہلی سے جانب مغرب تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر دور جہاں اَب پُھلت آباد ہے، ببول کے جنگل میں ایک پیڑ کے نیچے مصلیٰ بچھایا، دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کی:

بارالٰہی! جس طرح یوسف علیہ السلام کے لئے آپ نے مصر کو آباد فرمایا تھا، اسی طرح میری اولاد کے لئے اس جگہ کو آباد فرمادیجئے، اور یہاں پر قیامت تک علم وعرفان کے چشمے جاری فرمادیجئے۔

اور اس جگہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ۸۹۲ھ میں درس کی ابتدا کی، جو الحمدللہ آج تک تواتر کے ساتھ جاری ہے۔

سلطان سکندر لودھی کو معلوم ہوا تو تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچے، قاضی صاحب سے معذرت کی اور صفائی پیش کی جو قاضی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

صاحب نے قبول فرمالی، مگر دہلی جانے سے معذرت کردی مجبوراً بادشاہ واپس لوٹ گئے، مگر وہ قاضی صاحب کے اخراجات کے لئے پھلت سے بڑھانہ تک کی جاگیر حضرت قاضی صاحب کو وقف کر گئے۔

بادشاہ کے اس طرح آنے سے علاقے میں قاضی صاحب کی بڑی شہرت ہوئی، یہاں ہندو جاٹوں اور مسلمانوں کی دو الگ الگ بستیاں آباد تھیں، جن میں آپس میں بڑی چپقلش رہتی تھی، کبھی وہ غالب آجاتے اور کبھی یہ، مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ کے استاد اور پیر یہاں آکر رہنے لگے ہیں وہ بڑے خوش ہوئے اور کچھ مسلمان اکٹھا ہوکر حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوے اور اپنے کو بڑا مظلوم ظاہر کیا اور جاٹوں کے مظالم کا بڑھا چڑھا کر ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ ہمارے گزر اوقات کا بہانہ بھی جاٹوں نے ہم سے چھین لیا، وہ چند یوم قبل ہماری ساری کاشت کی زمینیں گٹھریوں میں باندھ کر لے گئے، قاضی صاحب ان کی گفتگو سن کر متاثر ہوئے اور ایک خط دے کر قاصد کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا، اس میں قاضی صاحب نے سارے حالات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

کہ ظالم ان کی کاشت کی زمین بھی گٹھریوں میں باندھ کر لے گئے ہیں اور ان کے بچوں پر فاقوں کی نوبت ہے۔ آپ بادشاہ ہیں، آپ کی ذمہ داری ہے کہ علاقہ کے ذمہ دار کو حکم جاری کریں کہ معاملہ کی تحقیق کر کے مظلوموں کو ان کا حق دلوایا جائے۔

قاصد یہ خط لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے پہلے تو ادب کے ساتھ اپنے مرشد و شیخ کے نامہ کو آنکھوں سے لگایا، پھر کھول کر پڑھا تو اسے ہنسی آئی، حضرت کو جواب لکھا:

حکم کی تعمیل میں فوراً علاقے دار کو معاملہ کی تحقیق اور مظلوم کو اس کا حق دلوانے کا حکم جاری کر دیا گیا ہے، مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ عالم اور فقیہ ہوکر یہ بات کیوں نہیں سمجھ سکے کہ زمین بھی کوئی باندھ کر لے جانے کی چیز ہے۔..... یہ خبر کس طرح سچی ہوسکتی ہے؟

سکندر لودھی کا جواب قاصد نے قاضی صاحب کو پہنچایا، تو قاضی صاحب نے خط کھول کر پڑھا اور بہت آب دیدہ ہوئے، اور بڑی حیرت سے فرمانے لگے: (اس وقت آپ نے جو کچھ فرمایا اسے تاریخ نے اپنے دامن میں محفوظ کرلیا اور نبی کے ہر امتی کو اس ملفوظ کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنے کی ضرورت ہے)

فرمایا: یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ کھیت اور زمینیں باندھ کر نہیں لے جائی جاسکتیں، مگر بات یہ ہے کہ میرے لئے یہ یقین کرنا زیادہ آسان ہے کہ زمین باندھ کر لے جائی جاسکتی ہے اس کے مقابلہ میں کہ مسلمان جھوٹ بول سکتے ہیں۔ کہنے والے مسلمان تھے میں کس دل سے یہ یقین کرتا کہ مسلمان بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔

افسوس ہے نبی ﷺ سے محبت کے دعوے کے باوجود سچائی تو ہماری کیا پہچان بنتی، جھوٹ ہماری پہچان بنتی جا رہی ہے۔ اور جھوٹ کی برائی مسلم معاشرہ سے اس قدر نکل گئی ہے کہ کبھی کبھی ہم لوگ ضرورت سمجھ کر جھوٹ بولتے ہیں، جب کہ اکثر تو ہم عادتاً جھوٹ بولتے ہیں، یعنی کبھی کبھی تو ہمارا نفس ہمیں سمجھاتا اور دھوکہ دیتا ہے کہ ہمیں جھوٹ کی ضرورت ہے اور اکثر تو ہمارا نفس ہم سے کہتا ہے کہ جھوٹ کی ضرورت نہیں مگر ہم محض عادتاً تفریحاً جھوٹ بولتے ہیں اور ہمیں جھوٹ کے بعد کوئی شرمندگی بھی نہیں ہوتی۔

اس سلسلہ میں نبی ﷺ کی اس مرکزی اور مؤکد سنت سے دوری کا یہ حال ہے کہ اب ہم یہ کہنے لگے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر کام نہیں چلتا اور گویا ہم نبی کے فرمان کی تکذیب کرنے کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں، اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

الصدق ینجی و الکذب یُھلک

سچائی میں نجات ہے اور جھوٹ مہلک ہے

اور یہ کہنے میں کہ جھوٹ کے بغیر کام نہیں چلتا، گویا ہم نبی کی بات کو صرف عملاً نہیں بلکہ قولاً بھی جھٹلا رہے ہیں، قریبی زمانہ تک سچائی مسلمانوں کی، کم از کم دین داروں اور کم از کم نمازی مسلمانوں کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

پہچان سمجھی جاتی تھی اور غیر مسلم بھی نمازی مسلمان کو سچا جانتے تھے، مگر افسوس ہم نے خود اس سنت سے دوری کی وجہ سے اپنا اعتماد کھودیا ہے اور ذرا ذرا سے مادی نفع کے لئے ہم نے اپنی اس دولت کو جو ہماری عظمت رفتہ کی یادگار تھی، کھودیا ہے۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ہمارے ایک بڑے دین دار عزیز وکیل صاحب نے قریبی زمانے کا ایک مقدمہ کا واقعہ سنایا کہ ایک غیر مسلم لالہ اور مسلمان کا ایک مقدمہ عدالت میں تھا، لالہ جی نے عدالت میں دعوی کیا تھا کہ انہوں نے مسلمان کو ۵۰۰ روپئے قرض دیا تھا، وہ مسلمان اس کو قبول نہیں کرتے تھے، ہمارے یہ عزیز مسلمان کی طرف سے وکیل تھے، عدالت نے لالہ جی سے گواہ اور ثبوت طلب کئے، لالہ جی نے عدالت میں اپنے وکیل کے ذریعہ درخواست دی کہ میرے مدعا علیہ کے ایک دوست ملا جی بڑے نمازی آدمی ہیں، ان کے سامنے میں نے اپنے مدعا علیہ کو پانچ سو روپئے دیئے ہیں اگر وہ کہہ دیں کہ دیئے ہیں تو دیئے ہیں، اگر وہ منع کردیں تو میں مقدمہ کا پورا خرچ ادا کروں گا۔ عدالت نے تاریخ لگادی اور مدعا علیہ کو اپنے دوست کو عدالت میں لانے کے لئے کہا، تاریخ مقررہ پر ملا جی کو گواہی کے لئے پیش کیا گیا، عدالت نے ان سے سوال کیا کہ مدعی لالہ جی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے سامنے آپ کے دوست کو ۵۰۰ روپئے قرض دیئے ہیں، آپ کیا کہتے ہیں؟ ملا جی نے صاف انکار کردیا کہ میرے سامنے کوئی پیسہ لالہ جی نے نہیں دیا۔ لالہ جی نے یہ بات سنی، تو بہت جذبات میں عدالت سے درخواست کی کہ مقدمہ کا خرچ بتائیں اور جیب سے روپئے نکالے اور حساب سے کچھ زیادہ عدالت کی میز پر رکھے، یہ کہتے ہوئے عدالت سے فیصلہ سنے بغیر واپس ہوگئے کہ بس یہ سنسار برباد ہونے والا ہے، عدالت نے مقدمہ کا فیصلہ ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے مدعا علیہ کے حق میں کردیا۔

وکیل صاحب نے بتایا کہ مجھے جذباتی انداز میں لالہ کا یہ کہنا دل کو بہت لگا اور یہ خیال ہوا کہ شاید اس لالہ نے ضرور پیسے دیئے ہوں گے، میرے دل میں کھٹک ہورہی تھی، عدالت سے واپسی پر ملا جی میرے ساتھ آرہے تھے، مجھ سے کہنے لگے کہ وکیل صاحب! ایک زمانہ سے میری تہجد کی نماز نہیں چھٹی، مگر آج دوست کی وجہ سے جھوٹ بولنا پڑا۔ وکیل صاحب کہتے ہیں کہ میرا غصہ میں حال خراب ہوگیا اور میں نے فائل ان کے منھ پر مارنی شروع کی اور گریبان پکڑ کر اس جھوٹے کو عدالت میں لے گیا اور عدالت سے درخواست کی کہ میں اس مقدمہ میں، اپنا وکالت نامہ واپس لیتا ہوں یہ جھوٹا مجھ سے اقرار کرتا ہے کہ میرے سامنے لالہ جی نے ۵۰۰ روپئے دیئے ہیں۔

اسلام کے ماننے والے اور نبی کی اتباع کا دم بھرنے والے کے لئے جھوٹی گواہی کس طرح ممکن ہوسکتی ہے، جب کہ نبی کا فرمان ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والا جنت کی خوش بو بھی نہ سونگھے گا۔ حقیقت یہ ہے ماضی قریب تک نبی کی یہ سنت ہماری شناخت سمجھی جاتی تھی کم از کم نمازی مسلمان کا جھوٹ بولنے کا غیر مسلموں کے یہاں بھی تصور بھی نہ تھا۔ مگر اب ذرا ذرا سے مفادات اور ذاتی رنجشوں میں مقتدا حضرات عدالتوں میں جھوٹے دعوے اور جھوٹی گواہی سے نہیں چوکتے ہیں۔

مولانا مظفر حسین کاندھلوی ؒ کا واقعہ

بہت زیادہ زمانہ نہیں گزرا، ملت اسلامیہ ہندیہ کی آبرو سمجھے جانے والے قصبہ کاندھلہ کا مشہور مقدمہ پیش آیا، ایک اراضی پر مسلمانوں کا دعوی تھا کہ یہ اراضی مسلمانوں کی ہے یہاں مسجد بنے گی، ہندوؤں کا دعوی تھا کہ یہ جگہ مندر کی ہے، ہندوؤں نے اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر یہ درخواست دی کہ ایک مسلمان اور اللہ والے مولانا مظفر حسین کاندھلوی ہیں، وہ جو کہہ دیں ہمیں منظور ہے۔ انگریز جج نے ان کو عدالت میں آکر گواہی دینے کا حکم جاری کیا حضرت نے عدالت میں آکر یہ گواہی دی کہ یہ جگہ مندر کی ہے اور ہندوؤں کا حق ہے، ہندوؤں نے حضرت کی سچائی سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا، انگریز جج نے کہا کہ آج اگرچہ مسلمان ہار گئے لیکن اسلام کی جیت ہوئی۔

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، از حضرت مولانا علی میاں ندویؒ، ص ۳۶۰)

کاش نبی کا لقب سمجھی جانے والی آپ کی قول کی یہ مؤکد سنت ہماری بھی پہچان ہوتی تو دنیا میں ہمارا بھی یہی وقار ہوتا کہ ہمارے خلاف مقدمہ میں ہماری گواہی پر بھی فیصلے ہوا کرتے۔

امانت داری ایک اور مرکزی سنت

معاملات کے سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی دوسری مرکزی اور مؤکد سنت امانت داری تھی۔ یہ امانت داری بھی آپ کی حجاز میں ضرب المثل تھی بلکہ اپنوں، بیگانوں، دوستوں اور دشمنوں نے آپ کو جو لقب دیا تھا اور وہ آپ کے نام سے زیادہ آپ کے لئے مشہور تھا وہ الصادق الامین، سچا اور امانت دار ہونا ہی تھا۔ اس امانت داری پر آپ کے دشمنوں کو بھی اس قدر اعتماد تھا کہ تیرہ سالہ مکی زندگی میں جب قریش اور اہل مکہ کی دشمنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عروج پر تھی، اس زمانہ میں بھی اہل مکہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھواتے تھے۔ آپ کی امانت داری کا پاس ولحاظ کرنے کا یہ حال تھا کہ جس رات آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اس کے باوجود کہ وحی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ آج رات میں اہل مکہ اور سرداران قریش نے آپ کو قتل کرنے کا پورا نظام بنالیا ہے، ایسی دشمنی کے ماحول میں بھی آپؐ نے اپنے لاڈلے بھائی حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنے بستر پر سلایا اور اپنے گھر میں چھوڑا تا کہ کفار قریش کی جو امانتیں آپ کے پاس رکھی تھیں وہ ان کو ان کے مالکوں کو لوٹا دیں، اس وقت آپ کے پاس ایک سو سے زائد لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں، جان کے دشمنوں کا آپ ﷺ کی امانت داری پر یہ اعتماد خود کس قدر عظیم الشان ہے۔

امانت داری کے سلسلہ میں آپ نے نہ صرف یہ کہ مثالی نمونہ پیش فرمایا بلکہ آپ نے ہر موقع پر امت کی تربیت بھی فرمائی:

غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ سے ایک چرواہے کی ملاقات ہوئی جو دشمن یہودیوں کے ریوڑ کو چرا رہا تھا، حضور اقدس ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس نے قبول اسلام اور اللہ کے لئے جہاد اور شہادت کی فضیلت سے متاثر ہوکر مشرف باسلام ہوکر مسلمانوں کی طرف سے لڑائی میں حصہ لینے کا ارادہ کیا تو حضور اقدس ﷺ نے میدان جہاد میں بھی ایسے شاطر اور اکثر بد عہدی کرنے والے یہودی دشمنوں کے ریوڑ کو ان کے مالکان کو پہلے واپس کرنے کا حکم دیا اور بعد میں جہاد میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(المستدرک علی الصحیحین)

حضرت انسؓ کا مشہور قول ہے کہ میں نے ایک زمانہ تک رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی اپنے خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد نہ فرمائے ہوں کہ :

لاایمان لمن لا امانة له ولادین لمن لا عهد له

(اس کا ایمان نہیں جس کے پاس امانت نہیں اور اس کا دین نہیں جس کے پاس وعدہ کا پاس ولحاظ نہیں) (حدیث صحیح رواہ احمد فی مسندہ، ترغیب وترہیب)

یوں تو ہر خوبی اور اچھائی کا معیار اور ترازو جناب رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک ہے، اخلاق وکردار کی کوئی خوبی اور کوئی عظمت ایسی نہیں جو اکمل درجہ میں آپ کی ذات پاک میں موجود نہ ہو مگر آپ کی جن صفات کا عرب وعجم میں لوہا منوایا گیا اور دشمنوں کی زبانوں پر جو دو صفات بطور لقب اور پہچان کے جاری کرائی گئیں وہ صدق و امانت تھیں اور آپ کو ہر خاص وعام الصادق الامین کہتا تھا، اس لئے کہ جس شخص کی سچائی اور ایمان داری پر لوگوں کو اعتماد ہوجاتا ہے اس کی ہر بات کا وزن ہوتا ہے اور انسانی فطرت مرعوبیت اور عظمت کے ساتھ اس کی بات کو سننے کے لئے مجبور ہوتی ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہم لوگ اگر نبی کی سیرت کو بحیثیت معجزہ پڑھنے کے بجائے بحیثیت اسوہ پڑھتے اور سمجھتے تو ہم بھی الصادق الامین امت کہلائے جاتے، اور سچائی اور ایمان داری کی وجہ سے ہمارا وقار اپنوں اور بیگانوں کے دل میں اسی طرح ہوتا جس طرح ماضی قریب میں اسلاف کا رہا ہے، مگر ہم اپنی عظمت رفتہ کو نبی کی اتباع اور نبی کریم ﷺ کی پیروی کے بجائے اس سے دوری اور انحراف میں تلاش کرتے ہیں اور دنیا میں ذلیل سے ذلیل تر ہوتے جا رہے ہیں، بعض مرتبہ تو ہمارے عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں نے ہمارے نبی ﷺ کی اتباع کے بجائے اپنے ایسے محسن نبی کی مخالفت کی ٹھان رکھی ہے۔ مثال کے طور پر نبی ﷺ کا حکم ہے: داڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ (صحیحین بخاری و مسلم) مسلمان داڑھی کو منڈاتے ہی ہیں، مونچھیں بھی بڑھاتے ہیں، تاکہ مخالفت بالکل واضح اور کلی ہو جائے۔ ایسے محسن کی سنت سے یہ دوری کس قدر بے وفائی ہے۔

سنتوں سے انحراف ہماری پہچان

ہماری تقریبات اور شادیوں میں یہ بے وفائی اور زیادہ کھل کر سامنے آتی ہے، جہاں ہماری محبت و دشمنی اور تعلق و بے تعلقی کا احساس ہوتا ہے۔ شادی انسان کی ایسی خوشی کی تقریب ہوتی ہے جس میں انسان اپنے اہل تعلق کو شریک کرتا ہے، دور دور کے رشتہ دار اور اہل تعلق کو یاد کیا جاتا ہے، کتنے دنوں سے چلی ہوئی رنجشوں کو دور کر کے اعزہ واقربا کو منایا اور اپنی تقریب میں شریک کیا جاتا ہے، پھر انسان کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ میری اس خوشی کی تقریب میں سب راضی ہو کر لوٹیں، بھنگی اور جمادار کو راضی کیا جاتا ہے، خادموں اور ملازموں کو خوب دادودہش سے خوش کیا جاتا ہے کہ میری یہ تقریب سعید ہو۔ کیا ایک مسلمان اور نبی کے امتی کے لئے پیارے نبی ﷺ سے زیادہ محسن، اہل تعلق اور کوئی ہو سکتا ہے جس کو تقریب میں شریک کرنے کی سب سے زیادہ فکر کی جائے۔ ظاہر ہے کسی تقریب میں نبی کی شرکت یہ ہے کہ اس تقریب میں شرعی اور نبوی اصول کا لحاظ کیا جائے اور اس تقریب کو نبی کی اتباع میں منعقد کیا جائے، اگر نبی کی اتباع میں شادی کی گئی، تو نبی کی شرکت شادی میں ہوئی اور اگر نبی کے طریقے کے خلاف شادی ہوئی تو گویا اپنے نبی ﷺ کو شادی سے نکال دیا گیا۔

تصور کیجئے، آپ کسی دوست کے یہاں تقریب میں شریک ہوں آپ کے ساتھ آپ کا کوئی ملازم یا ڈرائیور ہو جو عام طور پر مدعو کے ساتھ مدعو سمجھا جاتا ہے دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھے ہیں اور داعی آپ کے ملازم یا ڈرائیور کو نہ پہچاننے کی وجہ سے دسترخوان سے آپ کے سامنے اٹھا دے، تو آپ کا کیا حال ہوگا، کیا آپ اس عزیز سے پھر کبھی تعلق باقی رکھیں گے۔ اللہ کی زمین پر، اس کے آسمان کے نیچے، اللہ کے دیئے ہوئے مال اور سامان سے، آپ اللہ کے ذریعہ عطاء کئے گئے بیٹے اور بیٹی کی تقریب، اللہ کے نبی کے طریقے کے بالکل خلاف، بلکہ مخالفت کی ٹھان کر منعقد کریں، تو پھر آپ اللہ اور اس کے نبی کے فرماں بردار و وفادار سمجھے جائیں گے یا بے وفا، بلکہ غدار اور باغی؟ ایسے محسن نبی کو اپنی تقریب سے نکالنے اور گویا اپنے دسترخوان سے اٹھانے کے باوجود نبی کے امتی اور متبع ہونے کا دعویٰ کس منھ سے اچھا لگتا ہے؟

افسوس یہ ہے کہ اس خرابی میں صرف عوام نہیں، بلکہ دین دار اور مقتدا اور دین کے داعی سمجھے جانے والے حضرات بھی شریک ہیں، جو صرف عورتوں کے رواج اور رشتہ داروں کے دباؤ کا عذر کر کے اپنے کو بری الذمہ سمجھتے ہیں، اور شادیوں کی برکات سے محروم ہونے کے علاوہ دنیوی لحاظ سے بھی مسلسل مشکلات سے دوچار ہوتے جاتے ہیں، اگر ہم شادی اور بیاہ کی تقریبات میں اپنے نبی کی سنتوں کی پیروی کرتے، تو جہاں خود ہم بہت سے اقتصادی اور دنیوی مسائل سے عافیت پاتے، ان تقریبات کی وجہ سے رسم ورواج اور اقتصادی بدحالی کے بوجھ تلے دبی ہوئی یہ دنیا ہماری پیروی کر کے عافیت محسوس کرتی۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

قرآن مجید میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صفات کا ذکر آیا ہے، یہ تمام صفات اپنی جگہ اہم ہیں اور آپ کے محاسن کو ظاہر کرتی ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم صفت یہ ہے کہ آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت قرار دیا گیا: وما أرسلنٰک الا رحمۃً للعالمین (الانبیاء:۱۰۷)----- اس تعبیر کی وسعت اور ہمہ گیری پر غور فرمائیے کہ آپ کی رحمت مکان و مقام کی وسعت کے لحاظ سے پوری کائنات کو شامل ہے اور زمان و زمان کی ہمہ گیری کے اعتبار سے قیامت تک آنے والے عرصہ کو حاوی ہے، یہ کوئی معمولی دعویٰ نہیں، اور شاید ہی تاریخ کی کسی شخصیت کے بارے میں ایسا دعویٰ کیا گیا ہو، یہ دعویٰ جتنا عظیم ہے اسی قدر واقعہ کے مطابق بھی ہے، آپ کی رحمت کا دائرہ یوں تو پوری کائنات تک وسیع ہے، زندگی کے ہر گوشہ میں آپ کا اسوہ رحمت کا نمونہ ہے، لیکن اس وقت انسانیت پر آپ کی رحمت کے چند خاص پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

ان میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ نے انسانیت کو وحدتِ الٰہ کا تصور دیا، خدا کو ایک ماننا بظاہر ایک سادہ سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن بمقابلہ الحاد و انکار اور شرک و مخلوق پرستی کے یہ ایک انقلابی عقیدہ ہے، خدا کا انکار انسان کو غیر ذمہ دار، گناہوں کے بارے میں جری اور مادہ پرست بنا دیتا ہے؛ کیوں کہ اسے جواب دہی کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور دنیا اس کے لئے محض عشرت کدۂ حیات ہوتی ہے، گویا انسان خدا کی بندگی سے آزاد اور لذت و عیش کا غلام بن جاتا ہے، شرک انسانیت کی تذلیل ہے، کیوں کہ مشرک ادنیٰ سے ادنیٰ شئی کے سامنے بھی پیشانی جھکانے میں کوئی حیا محسوس نہیں کرتا، مشرک خدا کے بجائے مخلوق سے نفع و نقصان کی اُمیدیں وابستہ کر لیتا ہے، اس لئے اس میں توہم پرستی پیدا ہوتی ہے، اسے قدم قدم پر نحس اور بے برکتی کے خطرات پریشان کرتے رہتے ہیں اور معمولی چیزوں کے خوف سے بھی اس کا دل بیٹھا رہتا ہے، اللہ کے ایک ہونے کے تصور سے انسانیت کی تکریم اور اس کا اعزاز متعلق ہے، یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اس کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے ماوراء ہے اور خدا نے اس کو پوری کائنات پر فضیلت بخشی ہے، اسی لئے قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے بھی حضرت آدم کو سجدہ کرایا، اور اس طرح انسانی کرامت و شرافت کو ظاہر فرما دیا، عقیدہ توحید نے انسانیت کو اوہام پرستی سے نجات دلائی؛ کیوں کہ توحید پر ایمان رکھنے والا اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ مخلوق اسے نفع و نقصان پہنچانے سے عاجز ہے، توحید کا عقیدہ انسان کے اندر خدا کی محبت اور خدا کا خوف پیدا کرتا ہے اور یہ خشیت اور خدا کو راضی کرنے کا جذبہ فرائض کی ادائیگی اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے اور وہ دنیا کو قصر عشرت سمجھنے کے بجائے محل امتحان سمجھ کر پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے، اس لئے توحید کا عقیدہ انسانیت کے لئے بہت بڑی نعمت اور سامان رحمت ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانیت کو حاصل ہوا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گوحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی انبیاء نے توحید کی تعلیم دی اور بہت سے مصلحین نے بھی شرک کی تردید وانکار کا فریضہ انجام دیا،لیکن حضرت نوحؑ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ہمیشہ انسانیت پر مشرکانہ فکر کا غلبہ رہا، یہاں تک کہ جو مذاہب توحید کا علم لے کر اُٹھے، وہ خود بھی شرک کے رنگ میں رنگ گئے، یہودی اصلاً موحد تھے،لیکن یہود کے بعض فرقوں نے حضرت عزیر کو خدا کا شریک قرار دیا، عیسائیوں نے تو حضرت مسیح کی اُلوہیت کو اپنے عقیدہ کا بنیادی جزو ہی بنالیا، ہندو مذہب میں بھی توحید کا عنصر موجود ہے، مگر انھوں نے خود اپنے لاتعداد خدا تخلیق کر لئے، بودھ مذہب کی بنیاد مذہب کے شارحین کے خیال کے مطابق خدا کے انکار پر ہے،لیکن بودھ مذہب کے متبعین نے خود بودھ جی کی پرستش شروع کردی، رسول اللہ ﷺ نے توحید کی فکر کو اس طرح غالب فرمایا کہ وہ قیامت تک کے لئے ایک غالب فکر بن گئی، یہاں تک کہ جن مذاہب کی اساس شرک پر تھی،ان میں بھی ایسی تحریکات اٹھیں جو توحید کی داعی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمت کا دوسرا مظہر ''انسانی وحدت'' کا تصور ہے، آپ کی بعثت سے پہلے قریب قریب دنیا کی تمام تہذیبوں اور مذاہب میں انسان اور انسان کے درمیان تفریق اور کچھ لوگوں کے پیدائشی طور پر معزز اور کچھ لوگوں کے حقیر ہونے کا تصور موجود تھا، یہودی اسرائیلی اور غیر اسرائیلی میں تفریق کرتے تھے اور جو لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہوں ان کو پیدائشی طور پر افضل و برتر جانتے تھے، ایران کے لوگوں کا خیال تھا کہ جو لوگ بادشاہ کی نسل سے ہوں وہ خدا کے خاص اور مقرب بندے ہیں بلکہ خدا کا کنبہ ہیں، ہندوستان کا حال تو شاید سب سے خراب تھا کہ انسانیت کو مستقل طور پر چار طبقوں میں تقسیم کردیا گیا تھا، کچھ لوگوں کے بارے میں تصور تھا کہ وہ خدا کے سر سے پیدا کئے گئے ہیں، کچھ لوگ خدا کے بازو سے، کچھ کی پیدائش خدا کی ران سے ہوئی ہے اور کچھ کی پاؤں سے، یہ برہمن، ویش، کھتری اور شودر کہلاتے تھے، شودر اتنا بدقسمت گروہ تھا کہ تاریخ عالم میں شاید ہی ایسی اجتماعی اور قومی مظلومیت کی مثال مل سکے، ان پر تعلیم کا دروازہ بند تھا، ان کے لئے کچھ ذلیل سمجھے جانے والے پیشے مخصوص تھے اور وہ اونچی ذاتوں کے لئے پیدائشی غلام سمجھے جاتے تھے، کم وبیش یہی حال دنیا کے مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی وحدت کا تصور پیش کیا اور پیدائشی طور پر افضل و برتر اور حقیر و کہتر ہونے کے تصور کو رَد فرما دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان کیا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر محض رنگ و نسل کی وجہ سے کوئی فضیلت نہیں؛ بلکہ فضیلت کا معیار انسان کا تقویٰ اور اس کا عمل ہے، اس اعلان نے عرب کے معزز قبائل اور حبش و روم کے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک صف میں کھڑا کردیا، بلکہ یہ عجمی نژاد غلام جو کبھی حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، زعماء عرب کے لئے وجہ رشک بن گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے فرمانروا بھی انھیں اپنے ''سردار'' کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے، یہ آپ ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی تفریق وامتیاز کی زنجیریں کٹنے لگیں، انسانی مساوات کے نعرے ہر سو بلند ہوئے اور دنیا کی مظلوم ومقہور قوموں کو پیدائشی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی اور اگر کہیں کسی انسانی گروہ نے اپنی شقاوت اور جور و جفا سے اس ظلم کے سلسلہ کو جاری بھی رکھا، تو ان کو ہر طرف سے طعن وتشنیع کے الزام سننے پڑے اور مظلوموں کو ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کا موقع فراہم ہوا، یہ آپ کی رحمت عامہ کا ایسا پہلو ہے کہ کوئی صاحب بصیرت اسے نظر انداز نہیں کرسکتا۔

اس وحدت انسانی کے تصور نے زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا اثر ڈالا، تمام لوگوں کے لئے ہر طرح کے پیشہ کا دروازہ کھل گیا اور پیشوں کی تحقیر وتذلیل کا تصور ختم ہوا، علم کی روشنی عام ہوئی اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہرایک کے لئے تعلیم کا دروازہ کھلا، سماجی زندگی میں ہرایک کے لئے باعزت طریقہ پر زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم ہوا، جرم وسزا کے باب میں انصاف کا قائم کرنا ممکن ہوا، اور ہرایک کے لئے اپنی تہذیب اور اپنی روایات کا تحفظ ممکن ہوسکا، لیکن اس انسانی وحدت کے تصور نے سب سے زیادہ اثر سیاسی نظام پر ڈالا، اسلام سے پہلے پوری دنیا کے سیاسی اُفق پر ملوکیت کا تصور چھایا ہوا تھا اور اس کے مقابلہ میں کوئی اور نظامِ سیاست عملاً موجود نہیں تھا، ظہور اسلام کے وقت جتنی معلوم طاقتیں تھیں وہ سب ملوکیت کی نمائندہ تھیں، روم میں بادشاہت تھی، ایران میں بادشاہت تھی، حبش میں بادشاہت تھی، یمن میں بادشاہت تھی، ہندوچین کے علاقوں میں بھی چھوٹے بڑے راجا تھے، غرض پوری دنیا بادشاہت کے آمرانہ نظام کے تحت تھی، حتی کہ یونان کے فلاسفہ نے جس جمہوریت کا نقشہ پیش کیا تھا، اس میں بھی ''اشراف'' کی حکومت کا تصور تھا اور عام لوگوں کے لئے اقتدار میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اسلام نے انسانی وحدت اور مساوات کا جو تصور پیش کیا اس نے محض خاندانی بنیاد پر حکومت واقتدار کے ارتکاز اور فرمانروائی کے تصور کو پاش پاش کردیا اور جمہوریت کے تصور نے غلبہ حاصل کیا، چنانچہ آج صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں جمہوری نظام قائم ہے جو اسلام کے تصور خلافت سے مستعار اور اپنی بعض خامیوں کے باوجود انسانی وحدت ومساوات کا علم بردار ہے، یہاں تک کہ آج یا تو بادشاہت کا وجود ہی نہیں، یا ہے تو محض دستوری اور علامتی بادشاہت ہے، اور اگر کہیں جبراً آمرانہ ملوکیت باقی ہے تو وہ پوری دنیا کی نگاہ میں قابل تحقیر اور لائق ملامت ہے۔

رحمت نبوی کا تیسرا اہم پہلو علم کی حوصلہ افزائی ہے، آپ جس سماج میں تشریف لائے وہاں لوگ اس بات کو سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے کہ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے، وہ بہت ہی فخر کے ساتھ اپنے ''اُمّی'' ہونے کی بات کہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم وتعلم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور علم کو بلا امتیاز وتفریق ہر طبقہ کے لئے عام فرمایا، پھر آپ نے علم کے معاملہ میں دین اور دنیا کی کوئی تقسیم نہیں کی، بلکہ ہر وہ علم جو انسانیت کے لئے نفع بخش ہو خدا سے اس کے لئے دُعا فرمائی اور فرمایا کہ علم وحکمت کی جو بات جہاں سے مل جائے، اس کی طرف ایسے لپکنا چاہئے، جیسے انسان اپنی گم شدہ چیز کے لئے لپکتا ہے، الحکمة ضالة المؤمن، (ترمذی: ابواب العلم، حدیث نمبر: ۸۶۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے بچوں کو بدر کے مشرک قیدیوں سے تعلیم دلائی اور مدینہ میں یہودیوں کی درس گاہ ''بیت المدراس'' میں تشریف لے گئے، جس سے علم کے باب میں آپ کی فراخ قلبی اور کشادہ چشمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس سے نہ صرف یہ کہ علم کا دور دورہ ہوا، بلکہ غیر سائنٹفک کی جگہ سائنٹفک فکر کا غلبہ ہوا اور توہمات کی زنجیریں کٹیں، شرک چوں کہ مخلوقات کو معبود کا درجہ دیتا ہے اور جو معبود ہو اس کی عظمت اور اس کا احترام تحقیق وتجسس میں مانع بن جاتا ہے؛ اس لئے وہ علمی ترقی اور تحقیق وسائنس کے ارتقاء میں رکاوٹ بن جاتا ہے، توحید چوں کہ مخلوقات کے معبود ہونے کی نفی کرتی ہے، اس لئے کائنات کی تمام اشیاء پر غور وفکر، بحث وتحقیق اور تفحص وتجسس کا راستہ کھلتا ہے اور انسان علم میں جتنا آگے بڑھتا جائے اور کائنات کے حقائق پر جو پردے پڑے ہوئے ہیں، ان کو جس قدر اٹھاتا جائے وہ اسی قدر توہمات سے آزاد ہوتا جاتا ہے۔

پس اسلام نے علم وتحقیق کی راہ کھولی، مخلوق کی مبالغہ آمیز عظمت دلوں سے نکالی اور اوہام کا پردہ چاک کیا، اسلام سے پہلے لوگ عورتوں کو، جانوروں میں گدھے کو، پرندوں میں اُلّو کو، مہینوں میں شوال اور صفر کو، دنوں میں چہار شنبہ کو منحوس تصور کرتے تھے اور خود اپنے لکھے ہوئے پانسوں پر کامیابی اور ناکامی کی اُمیدیں قائم کرتے تھے، نحس کے سلسلہ میں اور بھی بہت سے تصورات تھے، جو عربوں میں پائے جاتے تھے، ہندوستان وغیرہ میں آج بھی یہ تصور اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں پر بھی مسلط رہتا ہے، بلکہ خود

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

یورپ میں بھی عام لوگ توہمات میں مبتلا ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توہم پرستی کی تردید فرمائی، اُصولی طور پر اس بات کو واضح فرمایا کہ نفع ونقصان کسی مخلوق سے متعلق نہیں؛ بلکہ یہ خالق کے ہاتھ میں ہے، اور جن جن باتوں کے بارے میں نحس و بے برکتی کا تصور تھا صراحت کے ساتھ ان کی تردید فرمائی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کا ایک اہم پہلو ہے، جس نے انسانیت کو توہمات کی بیڑیوں سے نکال کر علم وتحقیق کی دنیا میں پہنچایا اور اس تحقیق نے نئی نئی ایجادات واختراعات کی تحریک کی، جس کے مظاہر اور جس کے فوائد آج ہمارے سامنے ہیں۔

اسلام سے پہلے اہل مذاہب نے دین اور دنیا کا بٹوارہ کر رکھا تھا اور دین و دنیا کی اس تقسیم نے قانون فطرت کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی، نکاح کو بری بات سمجھا جاتا تھا، قرب خداوندی کے لئے تجرد کی زندگی ضروری سمجھی جاتی تھی اور مرد وعورت کے فطری تعلق کو بہر صورت گناہ باور کیا جاتا تھا، کسب معاش کی محنتوں کو دین الٰہی اور رضائے خداوندی کے خلاف گمان کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ رہبانیت کے غلبہ کا عیسائیت میں ایک ایسا دور بھی گذرا ہے کہ لوگ نہانے، دھونے، صاف ستھرے کپڑے پہننے اور خوشبو استعمال کرنے کو بھی للّٰہیت کے خلاف سمجھتے تھے اور دسیوں سال غسل سے مجتنب رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ایک اہم باب رہبانیت کے اس تصور کا خاتمہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے حدود میں رہتے ہوئے دنیا سے نفع اُٹھانا بھی دین کا ایک حصہ ہے، 'دین' دنیا سے نفع اُٹھانے میں حلال وحرام کی تمیز کا نام ہے نہ کہ دنیا کو ترک کر دینے کا، چنانچہ آپ نے نکاح کرنے کا حکم دیا اس کو اپنی اور انبیاء کی سنت قرار دیا اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا، کسب معاش کو ایک اہم فریضہ قرار دیا اور اس کی حوصلہ افزائی فرمائی، صفائی ستھرائی کی تعلیم دی اور کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو انسانی فطرت سے متصادم ہو؛ بلکہ انسانی فطرت میں جو تقاضے اور داعیے رکھے گئے ہیں ان سب کو جائز رکھا گیا اور کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا جو فطرت انسانی کے خلاف ہو۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کے وہ پہلو ہیں، جنھوں نے انسانی تاریخ پر گہرے اور دوررس اثرات ڈالے ہیں، جن کے ذریعہ انسانی کرامت وشرافت بحال ہوئی، جن کی وجہ سے انسانیت عدل ومساوات اور اخوت و بھائی چارگی کی نعمت سے سرفراز ہوئی اور تفریق کی مصنوعی دیواریں جن کی وجہ سے زمین بوس ہوئیں، جن کے باعث انسان نے اوہام کے بجائے عقل وخرد سے کام لینا سیکھا، اور ان میں علم وتحقیق کا حوصلہ پیدا ہوا جس نے انسان کو معتدل، متوازن، قانونِ فطرت سے ہم آہنگ اور تمام انسانی ضروریات کو پوری کرنے والا نظام حیات عطا کیا، انسانیت قیامت تک اس کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احسان مند رہے گی اور ''ما أرسلناک الا رحمة للعالمین'' کے مژدہ خداوندی اور شہادت الٰہی کا اعتراف کرتی رہے گی۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

چند شعر

جناب مظفر وارثی مرحوم

ہم کریں بات دلیلوں سے تو رد ہوتی ہے
اس کے ہونٹوں کی خموشی بھی سند ہوتی ہے

جس کی گردن میں ہے پھندا وہی انسان بڑا
سولیوں سے یہاں پیمائش قد ہوتی ہے

شعبدہ گر بھی پہنتے ہیں خطیبوں کا لباس
بولتا جہل ہے بدنام خرد ہوتی ہے

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعجاز سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

کی تصانیف ومؤلفات، فتاویٰ، رسائل، مکتوبات اور مجموعۂ کلام

زیر قلم تالیف: امام الہند، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

احوال، خدمات، کارنامے، تصانیف ومتعلقات اور تلامذہ کا ایک باب

حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی

حق تعالیٰ شانہ نے، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے عالی مرتبت جلیل القدر فرزندان گرامی کو، جن بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا اور علم کے جو غیر معمولی مراتب ودرجات عطا فرمائے تھے، وہ بلاشبہ ان ہی باپ بیٹوں کا حصہ ہیں، ان سب نے اس عطیۂ قدرت اور علمی دولت سے آخری حد تک فائدہ اٹھایا اور زندگی کے آخری لمحات تک، اس کو تقسیم کرتے اور عام فرماتے رہے۔ اسی کا اثر ہے کہ برصغیر ہند [ہند، پاکستان، بنگلہ دیش] کے مسلمانوں کی واضح اکثریت، اسی قافلۂ علم کی پیروی کرتی ہے اور ان ہی کی رہنمائی میں، دینی زندگی کا سفر طے کر رہی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے [درمیانی تینوں صاحبزادگان] حضرت شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر (۱) رحمہم اللہ تعالیٰ کا زندگی بھر کے علم ومطالعہ اور خدمت وتبلیغ کا محور، قرآن کریم کے مطالب وتعلیمات کو عام فرمانا اس کا مفہوم، ترجمہ اور پیام تمام مسلمانوں تک پہنچانا اور اس پر عمل کی کوشش کرانا تھا، جس میں عملی کوششوں کے علاوہ، ان حضرات کی علمی، تصنیفی خدمات اور وہ نادر زمانہ، گراں مایہ علمی آثار ونقوش بھی ہیں، جو پوری امت کو فہم قرآن، بصیرتِ قرآن، عملِ قرآن اور قرآن کریم سے محبت وتعلق بخش رہے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات قرآن اور تصانیف، ترجمۂ قرآن کریم، فتح الرحمٰن اور الفوز الکبیر کسی تعارف کی محتاج نہیں، اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمات قرآن بھی اسلامی، علمی تاریخ کا روشن باب ہیں، حضرت شاہ صاحب کی خدمات قرآن میں، اگرچہ عموماً صرف تفسیر فتح العزیز کا نام متعارف ہے، لیکن حضرت شاہ صاحب کے اور بھی قرآنی آثار ہیں۔

تفسیر میں تحریری خدمات

حضرت شاہ صاحب اپنے والد گرامی کا مثنی، درس تفسیر اور فہم مقاصد ومطالب قرآن کریم میں بے نظیر وبے عدیل تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز کی قرآنی خدمات اگرچہ وسیع وکثیر نہیں ہیں، لیکن ان کی جامعیت ومعنویت، ان کی بے پناہ افادیت تاثیر اور برصغیر میں قرآن کریم کی گرہ کشا اور ایک بڑی کلید ہونے میں، کسی کو بھی شک وشبہ نہیں ہے۔

درس قرآن مجید، تفاسیر قرآن مجید، افادات قرآن مجید، ہر ایک، اک گراں بہا سرمایہ اور ہندی ملت اسلامیہ کی، دینی علمی خدمات اور تفاسیر قرآن مجید کی لمبی فہرست میں، صف اول کی یادگار ورہ نما ہے۔ سب سے پہلے شاہ صاحب کی ایک گم نام مگر مکمل تفسیر قرآن مجید کا تذکرہ، جو مفقود ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شاہ صاحب کی بڑی اور مکمل تفسیر قرآن

حضرت شاہ صاحب کی خدمتِ قرآن مجید میں، عموماً صرف تفسیر فتح العزیز کا تذکرہ کیا جاتا ہے، فتح العزیز بھی اگرچہ بہت اعلیٰ درجہ کی مایۂ ناز تفسیر ہے، مگر تفسیر فتح العزیز، شاہ صاحب کا اس موضوع پر پہلا کام یا کارنامہ نہیں ہے، حضرت شاہ صاحب نے، فتح العزیز کی تالیف سے غالباً برسوں پہلے، تفسیر قرآن پاک کی ایک اور، مفصل تفسیر لکھی تھی۔ حضرت شاہ صاحب کے ایک خادم اور شاگرد، حاجی حسین سہارنپوری سے روایت ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی تفسیر قرآن مجید پر، ایک اور مستقل تصنیف تھی اور یہ مکمل تفسیر تھی، جو تمام قرآن مجید کا احاطہ کرتی تھی۔ عبدالرحیم ضیاء کی اطلاع ہے:

''کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک تفسیر فارسی، تمام قرآن مجید کی، اکبرآباد کے قاضی کے یہاں موجود ہے، مگر وہ چھپی نہیں''(۲)

افسوس کہ اب تک اس نادر تفسیر کے کسی اور نسخہ کا سراغ نہیں ملا، اللہ کرے کہیں محفوظ ہو اور ضائع نہ ہوئی ہو۔

شاہ صاحب کی تحریرات وفتاویٰ میں اس تفسیر کا تذکرہ

حضرت شاہ صاحب نے اپنے فتاویٰ اور بعض رسائل میں، اس تفسیر کے بعض اقتباسات اور عبارتیں نقل کی ہیں اور ان کے آخر میں، شاہ صاحب نے یہ صراحت فرمائی ہے، کہ وہ اس کو اپنی تفسیر [فتح العزیز] سے نقل کر رہے ہیں، مثلاً:

(الف) سورۂ نساء کی آیت: ۵۶ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''من تفسیر فتح العزیز فی سورۃ النساء، تحت قولہ تعالیٰ:
کُلَّمَا نضجت جلودھم بَدَّلنَاھُم جلوداً''(۳)

(ب) سورۂ ہود کی آیت: ۷ کے تحت کلام کرتے ہوئے، سورۂ سجدہ کے متعلق فرمایا ہے:

''چنانچہ تفصیل آں دفعات، در سورۂ سجدہ مذکور است، ودر تفسیر فتح العزیز شرح آں بوجہ مستوفی مذکور شد''(۴)

(ج) سورۂ مؤمنون کی آیت: ۳۱ کے لئے تحریر ہے:

''من تفسیر فتح العزیز تحت قولہ تعالیٰ في سورۃ المؤمنین ثم أنشأنا من بعدھم قرناً آخرین''(۵)

(د) اسی طرح سورۂ صافات کی آیت: ۱۷۲، ۱۷۱ کے ضمن میں ہے:

''أیضا منھا من سورۃ الصافات من باب أسرار القصص تحت قولہ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون''(۶)

ان اقتباسات سے، اس عنوان کے چند پہلو سامنے آرہے ہیں:

- حضرت شاہ صاحب نے قرآن کریم کی ایک مکمل تفسیر تحریر فرمائی تھی، جس میں سے سورۂ نساء، سورۂ ہود، سورۂ مؤمنون، سورۂ سجدہ اور سورۂ صافات کے، بعض اقتباسات شاہ صاحب نے اپنے فتاویٰ میں نقل کئے ہیں۔

مذکورہ اقتباسات میں فتح العزیز کا نام آیا ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ معروف تفسیر فتح العزیز کی تالیف سے قبل، جو تفسیر تالیف فرمائی تھی، اس کا نام بھی فتح العزیز ہی رکھا ہو، اس تفسیر کے کم یاب ہونے کی وجہ سے، بعد میں یہ نام غیر معروف ہوگیا ہو۔ جس طرح آج حضرت شاہ صاحب کی فتح العزیز کے علاوہ کوئی اور تفسیر متعارف نہیں ہے، اسی طرح اس وقت بھی، شاہ صاحب کی قدیم تفسیر ناپید وکمیاب ہوگی، اس لئے شاہ صاحب نے جو یہ لکھا ہے، کہ میں نے تفسیر کی فلاں سورۃ میں یہ بات لکھی ہے، اس سے اکثر پڑھنے والوں اور اہل علم کا ذہن، فتح العزیز کی طرف گیا، مگر حضرت شاہ صاحب کے یہ اقتباسات، عبدالرحیم ضیاء کی اس اطلاع کی تصدیق کر رہے ہیں، کہ شاہ صاحب نے ایک تفسیر مکمل قرآن کریم کی تحریر فرمائی تھی، جس کی یہ چند عبارتیں فتاویٰ عزیز یہ میں ضمناً آگئی ہیں۔

ضرورت ہے کہ شاہ صاحب کی اس پرانی، بڑی تفسیر کو تلاش

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کیا جائے، اس کے علمی تعارف اور طباعت کا اہتمام ہو۔

ڈاکٹر ثریا ڈار صاحبہ کی غلط فہمی

ڈاکٹر ثریا ڈار صاحبہ نے اس تفسیر، تفسیر فتح العزیز اور تکملۂ تفسیر فتح العزیز، تینوں کے متعلق اس طرح لکھا ہے، کہ تینوں باتیں خبط ہوگئیں اور ان کی اطلاعات بھی مشتبہ ہوگئیں۔ (۷) جس کی تصحیح وتفصیل یہ ہے۔

عبدالرحیم ضیاء نے جس تفسیر کا ذکر کیا ہے، وہ فتح العزیز کے علاوہ، اس سے پہلے لکھی گئی تفسیر تھی۔ عبدالرحیم ضیاء کے الفاظ یہ ہیں:

> ''حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک تفسیر فارسی، تمام قرآن مجید کی، اکبرآباد کے قاضی کے یہاں موجود ہے، مگر وہ چھپی نہیں''۔ (۸)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ تفسیر، تفسیر فتح العزیز کے علاوہ تھی، کیوں کہ تفسیر فتح العزیز ۱۲۴۸ھ [۳۳-۱۸۳۲ء] میں چھپ چکی تھی، اور اس کے بعد ۱۲۹۲ھ [۱۸۷۵ء] تک، کئی مرتبہ شائع ہو چکی تھی۔

تفسیر فتح العزیز یا تفسیر عزیزی

حضرت شاہ عبدالعزیز کے علمی، تحریری کارناموں میں سے، جس تفسیر کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا، وہ تفسیر عزیزی یا فتح العزیز ہے۔

وجہ تالیف

حضرت شاہ صاحب کی، عصر کے بعد، ایک مجلس عام منعقد ہوتی تھی، جس میں مسلمانوں کے علاوہ، غیر مسلم بھی حاضر ہوتے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس مجلس کے غیر مسلم حاضر افراد میں، شاہ عالم کے دربار کے ایک کائستھ ملازم بھی تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، وہ مشرف بہ اسلام ہوگئے، حضرت شاہ صاحب نے ان کا اسلامی نام مصدق الدین (۹) رکھا۔ عبدالرحیم ضیاء نے، اس کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:

> ''تفسیر فتح العزیز کے لکھنے کا سبب یہ ہوا، کہ آپ کی ایام جوانی میں عادت تھی، کہ بعد نماز عصر تشریف رکھتے، اخبار دیار وامصار کی گوش زد ہوتی، دوسرے سخن وقصص بھی درمیان آتے اور اشخاص اسی قسم کے جمع ہوتے تھے، چنانچہ ایک کائستھ بھی درباریوں سے، بادشاہ شاہ عالم کے، اسی وقت حاضر ہوکر، قصص دربار عرض کرتا، آخر کار، وہ کائستھ فیض صحبت سے مسلمان ہوکر، مصدق الدین نام پایا اور کمال کو پہنچا، انہیں کے حسب استدعاء ۱۲۰۸ھ میں تفسیر شروع ہوئی''۔ (۱۰)

خود حضرت مصنف، شاہ عبدالعزیز نے بھی، تفسیر کی ابتداء میں، اس کا تذکرہ فرمایا ہے، تحریر ہے:

> ''امابعد، این معتل الذات، ناقص الفکر، اجوف الباطن، چوں حرف ترخیم سقط ومانند الف وصل گمنام، معرا از شعور و تمیز، مسمی بعبد العزیز غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ! کہ اگر نظر باتصال صوری در مقام تعریف نسب خود بگوید، میتواند گفت کہ ابن لسان العرفان، ترجمان القرآن، خاتمۃ المحدثین، وارث علوم سید المرسلین، حکیم امت مصطفویہ، معجزۂ از معجزات نبویہ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، وابن الابن صاحب الحالات السنیۃ، والمقالات العلیۃ، قدوۂ اہل سلوک وعرفان، جامع جذب واحسان، حضرت شیخ عبدالرحیم دہلوی است أعلی اللہ درجاتھما في أعلی علیین وحشرھما في زمرۃ الشھداء والصدیقین.

امانظر بفقدان نسبت معنوی می ترسد کہ چوں دود ووعاء آتش وچوں کرم ننگ آب نکرد، ودر سنہ یک ہزار ودوصد و ہشت از ہجرت مقدسہ نبویہ، علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و الف الف تحیۃ، بجاذبہ شوق وداعیہ عزم برادر دینی، جوہر نتیجہ حق گزینی، سالک راہ خدا جوئی، ملازم طریقہ صدق گوئی، مقبول جناب عالی، آفتاب خلائق مآب، مولانا وبالفضل

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اولانا، فخر الملۃ والدین محمد، قدس اللہ سرہ الامجد، شیخ مصدق الدین عبداللہ وفقہ اللّٰہ کما یحبہ ویرضاہ وعاملہ باللطف والإحسان في أولاہ وآخراہ، کہ اولاً برائے ایضاح معانی سورۂ فاتحۃ الکتاب، ودوسی پارہ آخرین، از حضرت قرآن مجید نفعنا اللّٰہ بآیاتہ فی الدنیا والآخرۃ، کہ اکثر مسلمین درصلوٰات خمسہ وجمع وجماعات ومحاضر ارواح مقدسہ انبیاء واولیاء، وزیارت قبور صلحاء وعرفا، بتلاوت ایں سورہا تشرف واستعدادمی نمایند وتعطش بدریافت مضامین آنہا بہم می رسانند.

تفسیر فتح العزیز، شاہ صاحب نے املاء کرائی تھی، جیسا کہ شاہ صاحب نے خود تحریر فرمایا ہے، اور شیخ مصدق الدین (۱۱) نے اس کو محفوظ اور قلم بند کیا تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ:

''وآں برادر دینی لفظ بلفظ اورا در سلک تحریر کشیدند''(۱۲)

ترجمہ: اور اس کو وہ دینی بھائی [شیخ مصدق الدین] لفظ بہ لفظ تحریر میں لاتے اور محفوظ کرتے تھے۔

تفسیر فتح العزیز کی ترتیب اور اس کے مختلف حصے

حضرت شاہ صاحب کی تمہید سے یہ بھی صاف ہوجاتا ہے، کہ شاہ صاحب نے، اول، آخری پاروں کی تفسیر املاء کرائی تھی، اس کے بعد پارۂ الم، اور تقریباً ایک چوتھائی پارہ سیقول کی تفسیر بھی، تحریر ومرتب ہوئی۔ اس کا تذکرہ شاہ صاحب کی تمہید میں اس طرح ہے:

''اولاً برائے ایضاح معانی سورۂ فاتحۃ الکتاب، ودو سی پارہ آخرین از حضرت قرآن مجید، نفعنا اللہ بآیاتہ فی الدنیا والآخرۃ، کہ اکثر مسلمین درصلوات خمسہ وجمع جماعات ومحاضر قدسیہ انبیاء، اولیاء، وزیارت قبور صلحاء وعرفاء، بتلاوت ایں سورہا تشرف و استعداد می نمایند'' وثانیاً ـــــ سورۂ بقرہ (۱۳)

ترجمہ: سب سے پہلے سورۂ فاتحہ کے مضامین کی وضاحت کی گئی اور دوتین پارے آخر کے، حضرت قرآن مجید کے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی آیات شریفہ سے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے [کی تفسیر لکھی گئی] کیوں کہ اکثر مسلمان پانچوں نمازوں، جمعہ، جماعات اور انبیاء علیہم السلام کے مبارک تذکروں او راولیاء کرام کے ایصال ثواب، نیک بندوں کی قبروں کی زیارت اور اپنے جاننے والوں کے لئے، ان سورتوں کی تلاوت سے برکت اور سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے مذکورہ الفاظ سے واضح ہے، کہ شاہ صاحب نے فتح العزیز کی ابتداء آخری پاروں سے فرمائی تھی، جو عام پڑھنے والوں، خصوصاً شیخ مصدق الدین کے لئے، زیادہ مفید ہو۔ جو حال میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آخر کے تینوں پاروں کی تفسیر سے فراغت کے بعد اوائل قرآن پر توجہ فرمائی، مگر یہ سلسلہ دور تک نہیں چلا، یہیں تک پہنچ کر رہ گیا تھا، اس کی وجہ کیا ہوئی، واضح نہیں! اس کے جو لکھنے، قلم بند کرنے والے تھے، وہ دنیا سے رخصت ہوگئے تھے یا کوئی اور وجہ تھی کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا، اسی لئے اس وقت تک، تفسیر فتح العزیز یا تفسیر عزیزی کا، اسی قدر حصہ [اتنے ہی پارے] دریافت ہیں، مزید حصوں کا ہنوز انکشاف نہیں ہوا۔ اگرچہ اس سلسلہ میں بعض اہل علم نے کئی باتیں کہی ہیں اور مختلف احتمالات بیان کئے ہیں، مگر میرے ناچیز خیال میں، وہ سبھی باتیں ناقابل التفات ہیں۔ بعض اصحاب نے تفسیر عزیزی کے مزید حصوں کی معلومات کے طور پر، اس اشاعت کا تذکرہ کیا ہے، جو امام الدین نامی، حضرت شاہ عبدالعزیز کے ایک گمنام شاگرد اور محفل درس قرآن مجید میں مسلسل حاضر رہنے والے خادم نے، ۱۲۵۹ھ میں مرتب کی تھی۔ اس درس کا ایک حصہ، جو سورۂ مؤمنون سے والصافات تک، سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہے، مطبع انصاری، دہلی سے چھپا تھا، مگر وہ شاہ صاحب کے درس قرآن کی باقیات

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہیں، تفسیر عزیزی کی نہیں۔

حواشی

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ کے دو صاحبزادے اور بھی تھے، مولانا شیخ محمد جو سب سے بڑے تھے اور مولانا شاہ عبدالغنی جو سب سے چھوٹے اور شاہ محمد اسماعیل شہید کے والد تھے، مگر دونوں کی کوئی علمی خدمت اور تفصیلی احوال معلوم نہیں۔

(۲) مقالات طریقت ص:۳۲ [طبع اول حیدرآباد ۱۲۹۲ھ] آگرہ کا قاضی خاندان، پرانا بڑا علمی خاندان تھا، جو تاج گنج میں رہتا تھا، کہا جاتا ہے، کہ اس کا ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا، جس کا خاصا حصہ ۱۹۴۷ء تک موجود تھا، بعد میں یہ پورا خاندان پاکستان منتقل ہوگیا، اب اس خاندان کا کوئی فرد آگرہ [محلّہ تاج گنج] میں مقیم نہیں ہے۔ [اطلاع: مفتی مجدالقدوس صاحب رومی الٰہ آبادی قاضی ومفتی شہر آگرہ]

(۳) فتاویٰ عزیزی [مرتبہ مولانا محمد احسن نانوتوی] ص: ۳۵ جلد دوم [مجتبائی، دہلی: ۱۳۲۵ھ-۸-۱۹۰۷ء]

(۴) فتاویٰ عزیزی ص:۴۳، جلد دوم [مجتبائی دہلی: ۱۳۲۵ھ-۸-۱۹۰۷ء]

(۵) فتاویٰ عزیزی ص:۳۳، جلد دوم [مجتبائی دہلی: ۱۳۲۵ھ-۸-۱۹۰۷ء]

(۶) فتاویٰ عزیزی ص:۳۶، جلد دوم [مجتبائی دہلی: ۱۳۲۵ھ-۸-۱۹۰۷ء]

(۷) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ڈاکٹر ثریا ڈار ص: ۲۵۵ [طبع اول، لاہور: ۱۹۹۱ء]

(۸) مقالات طریقت، عبدالرحیم ضیاء ص:۳۲، [طبع اول حیدرآباد ۱۲۹۲ھ]

(۹) مصدق الدین، حضرت شاہ فخر الدین کے متوسلین میں شامل ہوگئے تھے، جیسا کہ تفسیر فتح العزیز کی تمہیدی عبارت سے معلوم ہورہا ہے۔ شاہ فخر الدین سے ارادت کا پروفیسر خلیق احمد نظامی نے بھی تذکرہ کیا ہے، ملاحظہ ہو:
تاریخ مشائخ چشت ص:۴۹۲ [طبع اول دہلی مئی: ۱۹۵۳ء]

(۱۰) مقالات طریقت، عبدالرحیم ضیاء ص:۳۲ [حیدرآباد: ۱۲۹۲ھ]

(۱۱) شیخ مصدق الدین کے ایک بیٹے مولوی اکرام الدین تھے، جو مولوی اکرام الدین واعظ دہلوی کے نام سے مشہور ہوئے مولوی اکرام الدین بھی، حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، درس میں مکمل قرآن شریف، حضرت شاہ صاحب سے سنا، شاہ محمد اسحاق کی ہجرت کے بعد، الہ آباد چلے گئے تھے، وہیں وفات ہوئی۔

مولوی اکرام الدین صاحب کی دو تالیفات بہت مشہور اور ایسی فیض بخش ہیں، کہ آج تک ان کی طباعت واشاعت اور ان سے استفادہ کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک تحفۃ الاسلام [تفسیر سورۂ فاتحہ] جو محرم ۱۲۴۲ھ [ستمبر ۱۸۲۶ء] میں لکھی گئی تھی، آج تک پڑھی جاتی ہے۔

دوسری تالیف طب نبوی ہے، جو کثرت طباعت واستفادہ میں تحفۃ الاسلام سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ طب نبوی ہندوستان کے آخری دور کے مغل حکمران، اکبر شاہ ثانی کی فرمائش پر لکھی گئی تھی، جو اب تک ہندوپاکستان میں برابر چھپتی رہتی ہے۔ مولوی اکرام الدین واعظ دہلوی کا اردو ادب اور نثر کی تاریخ پر لکھنے والوں نے، کئی موقع پر تذکرہ کیا ہے، تحریک سید احمد شہید کے متعلقات میں بھی ان کا تذکرہ جگہ جگہ آتا ہے۔ بعض معلومات کے لئے دیکھئے: اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص:۱۸۸-۱۹۰ [طبع اول لاہور: ۱۹۸۸ء]

(۱۲-۱۳) مقدمہ تفسیر فتح العزیز

[جاری.....]

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اسلام کے اسباب کشش اور اس کی روحانی قوت

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

داعی کا اصل مشن دلوں کو بدلنا نہیں؛ بلکہ دلوں کے کشت زار کے اندر ہدایت کی طلب کا بیج ہونا ہے، اس لئے کہ ہدایت ہمیشہ اللہ کی توفیق سے ملا کرتی ہے: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ (یونس 100) یعنی کوئی بھی شخص ایمان نہیں لاتا ہے، مگر اللہ کی توفیق سے۔ لیکن یہ توفیق یزدان انسان کو باندازہ ہمت اور باندازہ طلب ارزانی کی جاتی ہے، ایک طفل شیر خوار جب بھوک سے بیتاب ہوتا ہے تو اس کے لئے سینہ مادر سے جوئے شیر ابل پڑتا ہے، اسی طرح ایک بندہ جب ہدایت کا طلب گار ہوتا ہے تو رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے، اور طالب صادق کی عقل کو ایمان کی اور اس کے دل کو معرفت کی غذا فراہم کر دی جاتی ہے۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا يَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ (رعد:۲۷) ہدایت دیتا ہے، اسے پھر کوئی گم کردہ راہ نہیں بنا سکتا ہے۔ ناسازگار حالات اس کے ایمان کیلئے سازگار کر دے جاتے ہیں، موجوں کا تلاطم بھی اس کے سفینہ حیات کو ایمان کے ساحل تک پہنچا کر دم لیتا ہے

حفاظت جس سفینہ کی انہیں منظور ہوتی ہے
کنارے تک اسے خود لا کے طوفاں چھوڑ جاتے ہیں

دین اسلام مکمل طور پر مجموعہ حسن وخوبی ہے، لیکن بصیرت سے محروم دل اس حسن کا ادراک نہیں کر پاتا ہے۔ داعی کا کام چشم کشائی کرنا اور اسلام کے حسن کے جلوے دکھانا ہے، اس کے جمال دل پزیر سے دلوں کو گرویدہ کرنا ہے، اور دلائل سے عقل کو مسخر کرنا ہے؛ تاکہ ہدایت کی وہ طلب دل کے اندر پیدا ہو جائے جس کے بعد اللہ کی طرف سے ہدایت کی توفیق مل جاتی ہے اور شجر اسلام کے شاخساروں پر تازہ شگوفوں کے دیئے روشن ہو جاتے ہیں۔

داعی کو جاننا چاہئے کہ دین اسلام کے وہ خاص خاص اسباب کشش کیا ہیں، جو مدعو کے دامن دل کو سب سے پہلے کھینچ سکتے ہیں، اسلام کے اسباب کشش میں سب سے اہم سبب تعلیمات اسلام کی سادگی ہے، لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کے مختصر اور سادہ الفاظ میں اسلام کے اجزائے ایمانی کو جمع کر دیا گیا ہے، یہ مختصر اور مجمل عقیدہ ہے اور عقل پر مبنی ہے، اسلام نے توحید کے عقیدہ کو اور شرک کی برائی کو ایسے جلال و جبروت کے ساتھ واضح کر دیا ہے کہ اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی ہے، توحید کا عقیدہ ہو یا رسالت اور آخرت کا، ان میں سے کوئی عقیدہ پیچیدہ اور فلسفیانہ نہیں ہے، تمام پیغمبر ان عقیدوں کی تعلیم دیتے آئے ہیں، اور یہ عقیدے آسانی کے ساتھ دلوں کے اندر اتر جاتے ہیں، اگر دلوں میں نفرت کا زہر پہلے سے موجود نہ ہو، اور عصبیت رائج نہ ہو تو ان عقیدوں کو قبول کرنے میں دیر نہیں لگتی ہے، اسلام کی تمام تعلیمات عقل پر مبنی ہیں، اگر عقلیت کی تعریف یہ ہے کہ یہ نظام فکر ہے جس کی بنیاد عقل کے اصولوں پر ہو تو یہ تعریف پورے طور پر اسلام پر صادق آتی ہے، اور اس دین میں دل و دماغ میں راہ پانے کی حیرت انگیز قوت موجود ہے، اس سے اسلام کی دنیا پر حکمرانی کا راز معلوم ہوتا ہے۔

اسلام میں ہمیشہ سے جو چیز دوسروں کے لئے باعث کشش بنی رہی ہے، وہ یہ ہے کہ اس دین میں رنگ اور نسل اور برادری کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بناء پر کسی کو بھی حقیر نہیں سمجھا جاتا ہے۔ افریقہ کے سیاہ فام نیگرو اسی لئے اسلام میں داخل ہوئے اور اب بھی کچھ داخل ہو رہے ہیں، کہ اس دین میں ان کو نسلی منافرت نہیں نظر آئی، جب کوئی نیگرو اسلام قبول کرتا تھا، وہ یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ اس اسلامی معاشرہ کا رکن بن رہا ہے، جہاں اس کے رنگ کی بنا پر اس کی تحقیر نہیں ہوتی ہے۔ ہندوستان کے پسماندہ طبقات کے لاکھوں افراد اس دین کے حلقہ بگوش اس لئے بن گئے کہ اس دین میں مساوات انسانی کے تصور نے ان کو عزت و سربلندی کا راستہ دکھایا جب کہ ہندو مذہب کے برہمنی نظام نے ان کو قعر مذلت میں ڈال رکھا تھا۔ آج بھی دلتوں کے لئے سماج میں عزت و احترام کیلئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے، یہ دین اسلام ہی ہے جس نے اعلان کیا ہے کہ اخلاق و کردار اور حسن عمل، عزت و شرف کا حقیقی معیار ہے۔

اسلام کے اسباب کشش میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس میں خدا اور بندے کے درمیان کسی ذریعہ اور وسیلہ کی ضرورت نہیں رکھی گئی، کوئی بھی شخص کتاب و سنت پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے، اس کے مقابلہ میں عیسائیت کا پاپائیت کا نظام ہے جس میں پادریوں کو نجات اور مغفرت کا پروانہ دینے کا اختیار دیا گیا ہے، ہندوازم میں ایک مخصوص طبقہ کے ذریعہ عبادت کی رسمیں انجام دی جاتی ہیں۔ جن مذاہب نے قرب خداوندی کے لئے وسیلہ اور ذریعہ کو لازمی قرار دیا ان میں ایک طبقہ وجود میں آ گیا جس نے اپنے لئے مذہبی اجارہ داری قائم کر لی، لوگوں کے لئے اسلام کا یہ تصور باعث کشش رہا ہے کہ وہ مذہبی اجارہ داری کا منکر ہے اور وہ کسی طبقہ کو یہ حق نہیں دیتا ہے کہ بندے اور خدا کے مابین حائل ہو جائے، اور دوسروں کو اپنا دست نگر بنائے۔

بعض لوگوں کے لئے اسلام قبول کرنے کا سبب یہ حقیقت بنی کہ اسلام نے دین اور دنیا کی جامعیت کا عقیدہ پیش کیا ہے، اس نے دین اور دنیا کو ایک دوسرے کی ضد نہیں؛ بلکہ ایک دوسرے کا تکملہ قرار دیا، اسلام نے روح کے ساتھ جسم کی ضروریات کا بھی لحاظ رکھا ہے اور ایسی نفس کشی سے منع کیا ہے جس سے جسم کے حقوق کی پامالی ہو، یہاں نہ ترک دنیا ہے اور نہ رہبانیت اور نہ عبادت میں حد سے زیادہ غلو۔ اسلام نے دین اور دنیا کا جو جامع نظام پیش کیا ہے اس میں اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا معیوب نہیں، دین کو آسان اور قابل عمل بنا گیا ہے اور عبادت و ریاضت میں خود ساختہ مشقتوں سے منع کیا گیا ہے۔ اسلام نے جسمانی زیب و زینت کو بھی ترک کرنے سے روکا ہے؛ بلکہ عبادت کے اوقات میں اس کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے، اسی لئے اسلام کو دین فطرت کہا گیا ہے۔

جب بھی اسلام کو کسی ملک میں داخل ہونے اور غالب آجانے کا موقع ملا غیر مسلموں کو یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ اس دین میں مذہبی رواداری موجود ہے، اسلام نے دین کے معاملہ میں زبردستی اور ظلم کی مخالفت کی ہے۔ ان ملکوں میں جو صدیوں تک اسلام کے نظام حکومت کے تابع رہے غیر مسلم آج تک موجود ہیں، یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کو مذہبی آزادی حاصل رہی ہے۔

عدم رواداری کے دو چار واقعات جو تاریخ میں موجود ہیں، وہ عدم رواداری کے اصول کے تحت نہیں پیش آئے، وہ بعض مقامی حالات کی وجہ سے پیش آئے، مثال کے طور پر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی کوئی جماعت دشمنوں سے ساز باز کر رہی ہے، یا یہ کہ کسی عبادت خانہ کے پجاری غیر اخلاقی حرکتوں میں ملوث ہیں، تاریخ میں اس طرح کے دو چار واقعات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ عدم رواداری کا معاملہ کیا ہے، یا بزور شمشیر دوسروں کا مذہب تبدیل کروایا۔

اس کے مقابلہ میں عیسائی مؤرخین کے حوالہ سے ایسے بے مثال شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی مبلغین نے تشدد اور طاقت کے ذریعہ لوگوں کا مذہب بدلا، ایک

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مؤرخ انہارڈی (Enhardi) لکھتا ہے کہ یورپ کے سیکس قوم کو جبراً عیسائی بنایا گیا، شہنشاہ شارلیمن کے زمانہ میں نوک شمشیر پر لوگوں کو اصطباغ دیا جاتا تھا، کنوٹ (Cnut) نے اپنی مملکت میں بت پرستی کی جبری طور پر بیخ کنی کی، مسیحی مبلغوں میں ایک گروہ اخوان السیف (Brethren of Sword) رہا ہے جس نے اپنی تبلیغی کوششوں کو آگ اور تلوار کے ذریعہ تکمیل تک پہنچایا، پھر انہی میں ایک گروہ اخوان المسیحیین کا ہوا ہے، جنہوں نے لیونیہ (Livonia) کے باشندوں پر زبردستی عیسائیت کو مسلط کیا، جیوٹ فرقہ کے مشنری لوگوں نے تبلیغ میں تشدد اختیار کیا، بادشاہ اولاف (Olaf) نے ملک ناروے کے جنوبی خطہ میں اس قدر ظلم کیا کہ جو شخص عیسائی مذہب قبول نہیں کرتا تھا وہ اس کو قتل کر دیتا تھا یا اس کے ہاتھ پیر کاٹ دیتا تھا یا جلا وطن کر دیتا تھا۔ جون ویلے (Join ville) نے ایک کتاب سینٹ لوئیس پر لکھی ہے، اس نے بیان کیا ہے کہ سینٹ لوئیس کی نصیحت یہ تھی کہ جو شخص دین عیسوی کی خدمت میں کسی کی زبان سے کوئی کلمہ سنے اسے چاہئے کہ اپنی تلوار اس کے پیٹ میں اتار دے۔ ہندوستان میں برہمنوں نے بودھوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔

اس طرح تاریخ میں چند واقعات کسی مسلمان باشاہ کے تشدد کے مل بھی جائیں تو ایسے واقعات اس سے کہیں زیادہ بڑے پیمانہ پر دوسری قوموں میں بل جائیں گے، تاریخ کا کیمرہ صرف پیغمبروں اور بزرگوں کی زندگی کی تصویر نہیں کھینچتا ہے؛ بلکہ ہر قسم کے انسانوں کا کردار پیش کرتا ہے، مجموعی ریکارڈ کے اعتبار سے یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں نے نہ تو تبلیغ میں شمشیر کا ذریعہ اختیار کیا اور نہ مفتوح قوموں کے ساتھ انہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کیا۔

ایک انگریز مفکر رابرٹ بریفالٹ اپنی کتاب 'دی میکنگ آف ہسٹری' میں لکھتا ہے کہ مشرقی ممالک میں مذہب اسلام کے پیروکاروں نے کبھی کسی موقعہ پر ظلم اور تشدد کا مظاہرہ نہیں کیا، اور نہ انہوں نے اقلیتوں کے حقوق کو غصب کرنے کی کوشش کی، اس کے برعکس یورپ، یونان اور روم میں آئے دن تنگ نظری اور تشدد کے مظاہرے دیکھنے میں آئے۔ مشہور مؤرخ ولیم میور نے شہادت دی ہے کہ مسلمان فاتحین نے مفتوح قوموں کے ساتھ ہمیشہ رواداری اور برداشت کا رویہ اختیار کیا ہے، اس کے برعکس روم کے حکمرانوں نے وحشت اور بربریت کے پہاڑ مفتوح قوموں پر ڈھائے ہیں، اسلامی دور میں شام کے عیسائیوں کو عرب حکمرانوں کی جانب سے اتنی مراعات حاصل تھیں جس کا وہ اپنے عیسائی حکمراں ہرکیولس کے دور میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ عیسائی مہاجر شام کو چھوڑ کر اپنے وطن دوبارہ لوٹ جانا نہیں چاہتے تھے۔

ایسے دین کے بارے میں جو تحمل اور رواداری کا دین ہے اور ہمیشہ لوگوں کے لئے پرکشش رہا ہے، پورا مغربی میڈیا کردار کشی میں مصروف ہے اور اس دین کے ماننے والوں پر تشدد اور دہشت گردی کا الزام عائد کر رہا ہے، جن ملکوں میں مسلمان ظلم اور استحصال کے خلاف ہاتھ پیر مار رہے ہیں یا اپنے ثقافتی ورثہ کا تحفظ چاہتے ہیں یا اپنے مذہبی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں اور اپنے دینی وثقافتی مستقبل کو درخشاں دیکھنے کے متمنی ہیں ان کے خلاف عالمی پیمانہ پر پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ وہ تشدد پسند ہیں؛ حالانکہ حقیقت واقعہ اس سے مختلف ہے، اگر ان کا کوئی جرم ہے تو یہ ہے کہ وہ اس تہذیب کی بالادستی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، جو از فرق تا بقدم مادہ پرستی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کے باوجود جدید تہذیب کا سفینہ کرم خوردہ ہے، اور وہ اسلامی ذہن وفکر رکھنے والوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ یہی وہ نظریاتی جنگ ہے جس کی بنا پر خبر رساں ایجنسیاں مسلمانوں پر تشدد کا الزام عائد کر رہی ہیں، اور دنیا کی قوموں کو اسلام کی طرف راغب ہونے سے روکنا چاہتی ہیں، وسائل ابلاغ کی پوری طاقت اس الزام کو صحیح ثابت کرنے پر صرف

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی جارہی ہے، مسلمانوں کا ایک طبقہ جس کا اپنے مذہب اسلام کے بارے میں کوئی مطالعہ نہیں اس الزام کو صحیح سمجھنے لگا ہے؛ بلکہ ہز ماسٹر وائس، بن کر اس الزام کو طوطے کی طرح دہرانے بھی لگا ہے۔

تاریخ میں غیر مسلم خواہ وہ عیسائی ہوں یا بت پرست ہوں مسلمانوں کے درمیان رہ کر مسلمانوں کی اجتماعی خوبیوں سے متاثر ہوئے اور آہستہ آہستہ اسلام سے قریب ہوتے چلے گئے، مسلمانوں کے دور عروج میں نہیں؛ بلکہ زوال وانحطاط کے زمانہ میں بھی ایک عیسائی مشنری جس کو مشرقی ملکوں میں تبلیغی سفر و سیاحت کا موقعہ ملا، پروفیسر آرنلڈ کی روایت کے مطابق یہ کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ مسلمانوں کے مذہب میں کس کمال درجہ کی خوبیاں موجود ہیں، ایسا کون سا شخص ہوگا جو اس بات پر متعجب نہ ہو کہ مسلمانوں کو تحصیل علم کا کس قدر شوق ہے کس خشوع وخضوع سے وہ خدا کی عبادت کرتے ہیں محتاجوں کے ساتھ وہ کس قدر فیاض ہیں، خدا اور انبیاء کے نام کی وہ کیسی عظمت کرتے ہیں۔اس طرح بارہویں صدی کے ولیم پلیٹ نے مسلمانوں کی پرہیز گاری کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان کی پرہیز گاری ان کے پیغمبر کی تعلیم کا نتیجہ ہے، مسلمانوں کے پیغمبر نے پرہیز گاری اور حقانیت کی تعلیم دی ہے، شراب خوری اور ناپاک اشیاء کو حرام قرار دیا ہے، مسلمان اخلاقی اعتبار سے عیسائیت پر فوقیت رکھتے ہیں۔

اسلام قبول کرنے والوں کے لئے اس دین کے اسباب کشش میں اس کا نظام عبادت بھی ہے، غیر مسلم مسلمانوں کو دیکھ کر یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہتے کہ مسلمانوں کا مذہب ان کے روز و شب کا رفیق رہتا ہے، مسجد میں پنج وقتہ نماز کا منظر، نمازیوں کا صف بستہ کھڑا ہونا اور ایک امام کی اقتدا میں ایک ساتھ رکوع وسجود کا دلکش نظارہ ہمیشہ مسحور کن رہا ہے۔ اسکندریہ کا ایک یہودی تھا جس نے ۱۹۲۸ء میں اسلام قبول کیا تھا وہ لکھتا ہے کہ جمعہ کی نماز با جماعت کا نظارہ جو میں نے مسجد میں دیکھا وہ میرے لئے تبدیلی مذہب کا فیصلہ کن سبب ہوا، ایک سخت بیماری کے دوران میں نے ایک خواب دیکھا جس میں مجھ سے ایک آواز کہہ رہی تھی کہ تم اپنے اسلام کا اعلان کرو، اس کے بعد جب میں ایک مسجد میں داخل ہوا اور مسلمانوں کو دیکھا کہ فرشتوں کی طرح صفیں باندھے کھڑے ہیں تو میرے دل سے آواز اٹھی کہ یہی وہ امت ہے جس کی آمد کی انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی تھی، جب خطیب نمودار ہوا جو سیاہ جبہ میں ملبوس تھا تو میرے دل پر ایک ہیبت چھا گئی، جب اس نے اپنے خطبہ کو اس آیت پر ختم کیا:

إن الله يَأْمُرُ بالعدل و الإحْسَان وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ .

تو میں بے حد متاثر ہوا، جب نماز شروع ہوئی تو مجھے ایسا محسوس ہوا گویا مسلمان نمازیوں کی صفیں فرشتوں کی صفیں ہیں، ان کے رکوع وسجود کے وقت خدا اپنی تجلی دکھا رہا ہے''۔

مشہور فرانسیسی مصنف رینان (متوفی ۲۹۸۱ء) جس نے اسلامی تہذیب کی تاریخ پر کتاب بھی لکھی کہتا ہے کہ میں جب کبھی کسی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے اپنے دل میں عجیب کیفیت محسوس کی ہے اور اگر اجازت ہو تو کہہ دوں کہ وہ کیفیت کیا تھی؟ وہ اس بات کی حسرت تھی کہ میں مسلمان نہیں ہوں، جب رینان جیسا فلسفی اور مصنف ایسا تأثر لے سکتا ہے تو دوسروں کے لئے نماز با جماعت کا منظر جذبہ شوق وتجسس کو بیدار کردے تو اس میں تعجب کی بات نہیں۔

ہر روز بوقت فجر اس شبستان وجود میں اذان کے ذریعہ خدا کی عظمت اور کبریائی کا اعلان سحر انگیز اور وجد آفریں ہوتا ہے، آخر شب کے سناٹے میں مؤذن کی خوش الحانی کائنات کی خوبصورتی سے پورے طور پر ہم آہنگ ہوجاتی ہے، اذان کا نغمہ فردوس گوش سامعہ نواز ہوجاتا ہے، نمازیوں کا صاف ستھرے کپڑوں میں آنا جانا اثر انگیز ہوتا ہے، قرآن میں مسجد اور نماز کے لئے خوش لباسی،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جامہ زیبی اور زینت کی تاکید آئی ہے: خُذُوا زِینَتَکُمْ عِندَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف:۳۱) مسلمان نہ صرف اس تاکید کو نظر انداز کرنے لگے ہیں؛ بلکہ خوش آواز مؤذن کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں؛ حالانکہ دعوتی نقطۂ نظر سے بھی ان باتوں کی اہمیت مسلم ہے، اس سے اسلام کی جانب نفسیاتی کشش کا اضافہ ہوتا ہے۔

ماضی میں اور عصر حاضر میں بہت سی شخصیتوں نے اسلام قبول کیا ہے اور اپنے قبول اسلام کے اسباب بھی بیان کئے ہیں، ان بیانات کو جمع کر کے اسلام کے اسباب کشش کا ایسا مجموعہ تیار کیا جاسکتا ہے، جو داعی کے مشن کے لئے کارآمد ہو، اسلام آج بھی ایک زندہ مذہب ہے اس کا چشمۂ قوت قرآن اور نبی ﷺ کا اسوہ محفوظ ہے، پیشوایان مذاہب میں کسی کی زندگی تاریخ کی روشنی میں نہیں ہے، یہ امتیاز صرف آخری پیغمبر کو حاصل ہے کہ پیدائش سے لے کر وفات تک ان کا ہر نقش قدم آج تک نمایاں ہے، کتاب وسنت دونوں سرچشمے باقی ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آج بھی انقلاب کا سرچشمہ موجود ہے۔

اسلام کی روحانی قوت اس کی سیاسی سطوت پر موقوف نہیں، آج بھی نیک دل اور پاکباز مسلمانوں کی غیر مسلم عزت کرتے ہیں، آج بھی اس دین میں دلوں کو جیتنے اور دماغوں کو مسخر کرنے کی صلاحیت ہے، افسوس اس کا ہے کہ آج اہل دعوت کا قافلہ سخت جاں خواب استراحت کی حالت میں ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ اسلام کا شجر بے برگ و بے ثمر ہو رہا ہے، شاخیں پائمال ہیں، اور غنچے خستہ حال، فضا افسردہ اور گل ولالہ دل گرفتہ۔ پھولوں کا بانک پن باقی ہے نہ روح یاسمین باقی ہے، یہ خواب استراحت اتنا زیادہ طویل ہو گیا ہے کہ اسلام اپنے فرزندوں سے اب شکوہ گزار ہے، ہے کوئی جو اس کی نوائے شکستہ اور نالہ شام غریباں کو سنے اور اپنے استراحت کدوں سے باہر آجائے؟ اب اسلام کا لٹریچر تعلیم یافتہ لوگوں تک پہنچانے کا وقت آگیا ہے، اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں تک محبت آمیز تلقین کی ساعت آچکی ہے۔

غزل

جناب سرفراز بزمی

پیکرِ گل ہوں شعورِ کن فکاں رکھتا ہوں میں
آدمی ہوں، عزمِ تعمیر جہاں رکھتا ہوں میں

باندھ کر اپنے پروں کو شہپر جبریل سے
کیا زمیں؟ پیروں تلے ہر آسماں رکھتا ہوں میں

کیا کسی آزر کی آنکھوں میں کھٹکتا خار ہوں
ہر قدم آتش کدوں کا امتحاں رکھتا ہوں میں

ظلمتوں کا خوف میرے پاس آسکتا نہیں
نور سینا اپنے سینے میں نہاں رکھتا ہوں میں

ساغر شعر و سخن میں بھر کے صہبائے حجاز
بادہ گردان عجم کے درمیاں رکھتا ہوں میں

ہیں خفا اس بات پر مجھ سے اندھیروں کے امام
ہاتھ پر اک شمع کیوں ہر دم جواں رکھتا ہوں میں

گھر سے نکلا ہوں کریں گی منزلیں میرا طواف
راستو! ماں کی دعا کا سائباں رکھتا ہوں میں

جب سفر میں انتخاب راہ کی مشکل پڑے
سامنے بس تیرے قدموں کے نشاں رکھتا ہوں میں

ہوں شریک بزم لیکن گرمئ محفل سے دور
بت کدوں میں ہوں مگر لب پر اذاں رکھتا ہوں میں

ہائے! اس عیسیٰ نفس کی چشم حیراں کا خمار
واسطہ بزمی کسی سے اب کہاں رکھتا ہوں میں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ولادت باسعادت

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا کی یہ تقریر سرورکائنات ﷺ کی ولادت کے مبارک موقع پر لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے ۱۹/اپریل ۱۹۴۸ء کو نشر کی گئی تھی، اس میں آں حضرت ﷺ کی مبارک زندگی اور پیام صادق کو والہانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔)

آگے کچھ سننے سنانے سے قبل ذہن کے سامنے نقشہ تاریخ کی بڑی بڑی ضخیم ومستند کتابوں کی مدد سے چھٹی صدی عیسوی کے آخر اور ساتویں صدی عیسوی کے شروع کی دنیا کا خصوصاً مہذب و متمدن دنیا کا لے آیئے۔ دنیا کی زبردست اور نامور طاقتیں اس وقت دو تھیں جن کے نام سے سب تھراتے تھے اور جن کا لوہا مشرق ومغرب مانے ہوئے تھے۔ مغرب میں رومن امپائر یا شہنشاہیِ روم، اور مشرق میں پرشین امپائر یا شہنشاہیِ ایران۔ دونوں بڑی بڑی فوجوں اور لشکروں کے مالک، دونوں میں زر و دولت کی افراط، اور دونوں کا تمدّن عروج پر۔ لیکن دونوں کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ، عیش وعشرت نے مردانگی کی جڑیں کھوکھلی کر ڈالی تھیں اور روح وقلب کے روگ ہر قسم کے پھیلے ہوئے، انسان کا رشتہ اپنے خالق سے بالکل ٹوٹا ہوا، توحید کا چراغ گویا بالکل بجھا ہوا۔ اور یہی حال کم وبیش ساری دنیا کا۔ تفصیل کا وقت کہاں ورنہ ہندوستان، چین، مصر وغیرہ ایک ایک ملک کا نام لے کر اس وقت کے اخلاقی زوال کی تصویر آپ کے سامنے پیش کردی جاتی۔

اس وبائے عام میں ملکِ عرب کا نمبر خاص، شاعری کے آرٹ میں یہ قوم یقیناً طاق، اور تجارت کے کاروبار میں بھی بہت ممتاز۔ چند اور اخلاقی جوہر بھی ان کے اندر خوب چمکے ہوئے۔ بہادری اور سپہ گری، فیاضی مہمان نوازی میں ان کا سکہ قرب و جوار ہی میں نہیں دور دور تک بیٹھا ہوا۔ لیکن اس سے آگے چلیے تو یہ لوگ بالکل کورے، آج اسے لوٹ لیا کل اُسے ختم کردیا، بے حیائی فیشن میں داخل اور بے ستری جزوعبادت، شراب کی محفل جمی تو شام کی صبح ہوگئی، جوئے کی بازی لگی تو جسم سے کپڑے تک اتر گئے، اور خون کے انتقام درانتقام کا سلسلہ جو چلا تو کہنا چاہیے کہ صدی کی چھٹی ہوگئی۔ عمریں ختم ہوگئیں، پشتیں گزر گئیں اور جھگڑا چکائے نہیں چکتا۔ تو یہ تھا چھٹی صدی عیسوی کی آخری تہائی کا ملک عرب، جس کے مشہور ترین اور مقدس ترین شہر مکہ میں ۵۷۰ء میں ایک روز صبح صادق کے وقت قوم کے شریف ترین گھرانے میں ایک جیتا جاگتا چاند عالمِ ظہور میں آیا، جس کی نورانیت سے کہنے والے کہتے ہیں کہ ان کے گھر کے درودیوار تک جگ مگ کرنے لگے۔ اس زچہ خانہ کے مادّی حدود کی بساط ہی کیا، یہ نورانیت تو اس غضب کی تھی کہ مشرق ومغرب کے سرے اس سے جگمگا اٹھنے والے تھے۔

عرب کی جغرافیہ کا خاکہ تو آپ کے ذہن میں ہوہی گا، طول البلد ۱۲، اور ۳۲، عرض البلد ۳۵، اور ۶۰۔ ایک طرف مصر اور حبشہ اور طرابلس اور سارا براعظم افریقہ، دوسری طرف ملک روم وشام و فلسطین اور سارا یورپ، تیسری جانب عراق اور ایران اور سارا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ایشیا، اور چوتھی سمت میں سمندر ہی سمندر۔ گویا معمورۂ عالم خصوصاً اس وقت کی دنیائے مہذب کا عین چوراہہ، اور پھر جو تجارتی شاہراہ مشرق کو مغرب سے ملا رہی تھی اور بحرِ ہند و خلیج فارس کے تجارتی مال کو خشکی کے راستہ مصر و روم و شام تک پہنچا رہی تھی، وہ بحر احمر کے برابر برابر گویا ایک خط مستقیم بتاتی ہوئی، ٹھیک اسی عرب ہی کے مغربی کنارے پر تو تھی!

تاریخ اور جغرافیہ دیکھیے دونوں کی شہادت کیا گزری ہے، یہی نہ کہ اکیلے عرب ہی کی نہیں، دنیا کی اصلاح کے لیے اس سے بڑھ کر ضروری وقت و زمانہ اور کون ہوسکتا تھا، اور مقام اس کے لیے عرب سے موزوں تر کون سا ہوسکتا تھا۔ زمان و مکان دونوں کے لحاظ سے ولادت ایسی ''باسعادت'' اور کون سی ہوگی؟ والد ماجد کا نام عبداللہ، توحید و عبودیت کی طرف کتنا صاف اشارہ۔ والدہ ماجدہ بی بی آمنہ، امن و امان کے حق میں ایک مستقل فالِ نیک! آنکھ یتیمی میں کھلی، والد ماجد نورعین کے دیدار جمال سے قبل ہی سفر آخرت پر روانہ ہو چکے تھے۔ جس کو سارے عالم کا سہارا بنایا جانے والا تھا، حق تھا کہ قدرت اسے وجود میں بغیر ظاہری سہارے کے لائے، اور اس کا سہارا روزِ ازل سے بجز ذات حق کے اور کوئی سا جمی نہ رکھے!

نام نامی دادا عبدالمطلب نے ''محمد'' رکھا۔ لفظی معنی ''بہت حمد کیے گئے''۔ ذات ستودہ صفات کے لیے اسم بامسمّٰی۔ دوسرا نام 'احمد' پڑا، جس کی زندگی حمد میں کٹی اور جسے اٹھنا بھی مقامِ حمد میں ہے، اس کے لیے اس سے بہتر نام اور ہو ہی کیا سکتا تھا! پلے بڑھے کھیلے، چلے پھرے، ملے جلے بچپن یوں گزرا کہ خود معصومیت اس بچپن پر فخر کرنے لگی۔ جوان ہوئے تو نیکی اور پارسائی طاعتِ حق اور خدمتِ خلق بلائیں لینے لگیں۔ جوانی یوں بھی دیوانی ہوتی ہے اور پھر ایسے ملک و قوم میں جہاں عیش پرستی اور لذت کوشی کی ہر راہ کھلی ہوئی، قدم کی ہر لغزشِ مستانہ پر رواج اور فیشن کی مہر لگی ہوئی۔ اسی ماحول میں اور سن و سال میں محلّہ اور بستی والوں نے کنبہ اور قبیلہ والوں نے لقب دیا ہے تو کیا؟ ''امین''!۔ امین کا لفظ بڑا وسیع اور جامع ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ Virtuous ہی کیا جاسکتا ہے۔ یعنی محمدؐ دیانت دار بھی ہیں اور راست باز بھی، نظریں نیچی رکھنے والے بھی اور سب کی خدمت کرنے والے بھی۔ کتنے ایسے ہیں جن کی قسمت میں ہر وقت دیکھنے والوں کی زبان سے یہ شہادت آتی ہے!

لڑکپن بھر گلہ بانی کی، جس کے نصیب میں آگے چل کر قوموں اور امتوں کا گلّہ بان ہونا تھا اس کے لیے کتنی اچھی تعلیم۔ جوان ہوئے تو تجارت اختیار کی، جس کا کام آگے بڑھ کر جنت کے تمسکات Share certificates ہلکے پھلکے داموں خرید وانا ہونا تھا، اس کے لیے کتنا موزوں اور پرمعنی پیشہ! امانت و دیانت اور کاروبار میں مہارت دیکھ کر ایک دولت مند بیوہ نے شادی کی درخواست از خود کی، اور ۲۵ رسال کے سن میں اس جوان رعنا کی خانگی زندگی بھی شروع ہوگئی۔ سن کے چالیسویں سال میں تھے کہ مرتبۂ نبوت سے سرفراز ہوئے، ساری تیاریاں اسی لیے تھیں، اور ۲۳ سال تک اپنے خالق و مالک کا پیام بندوں کو سناتے رہے۔ نکاح کئی فرمائے، اولادیں بھی متعدد ہوئیں۔ لڑائیاں بار بار سخت اور خوں ریز اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں سے لڑنا پڑیں۔ ہم سایہ ملکوں سے معاہدے بھی کیے، ملک کے انتظام ہر طرح کے فرمائے۔ دیوانی، فوج داری، قانونی فیصلے ہر قسم کے کرنے پڑے، غیر مسلم تاجروں سے نامہ و پیام رکھا۔ بے شمار نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ خطبہ یا برجستہ تقریریں خدا معلوم کتنی کر ڈالیں۔ غرض یہ کہ دنیا کو ہر ہر پہلو پر خوب برتا۔ لیکن دنیا میں ایک بار بھی نہ پڑے، جیسے غوطہ خور نے سمندر میں گر کر غوطہ لگایا اور جسم کا ایک رویاں بھی بھیگنے نہ پایا۔ اور جب ۶۳ سال کی عمر شریف میں جون ۶۳۳ء میں اس فانی دنیا کو چھوڑا، تو دل میں تمنا اپنے رفیق اعلیٰ کے دیدار کی بسی ہوئی تھی اور پاک اور معصوم ہونٹوں سے آواز اللّٰھمَّ بالرَّفیقِ الْاَعلیٰ کی چلی آرہی تھی!۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تعلیم یہ لائے کہ اپنی عقلوں اور ذہنوں کو مادیات کے جنجال میں نہ پھنساؤ۔ اسباب ظاہری کے دھوکے میں نہ آؤ۔ ان سے کام یقیناً لو اور پوری طرح لو، لیکن اصلی سہارا اور حقیقی بھروسہ ایک اَن دیکھی ذات ہی کا رکھو، وہی سب کا پیدا کرنے والا، وہی سب کو پالنے جلانے والا اور وہی سب کو آخر میں مارنے اٹھانے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہ ذات میں نہ صفات میں۔ زندگی کے چھوٹے بڑے ایک ایک عمل میں اپنی ذمہ داری محسوس کرو۔ اور مادی وجسمانی زندگی کو سلسلہ ہستی کا ایک جزو اور بہت ہی محدود جزو سمجھو، تنگ نظری سے کام لے کر اسی کو کل سمجھ لینے کے دھوکے میں نہ پڑو۔ اس ''آج'' کا عنقریب ''کل'' ہونے والا ہے، ہر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو کر رہے گا، ساری تیاریاں اس یومِ حساب کے لیے رکھو۔

قانون یہ بنایا کہ کوئی کسی حال میں کسی پر ظلم نہ کرے۔ بڑائی اور چُھٹائی اس عالمِ آب وگل کا بنیادی قانون ہے۔ کوئی امیر رہے گا کوئی غریب، لیکن بڑے کو چھوٹے کے دبانے کا اور امیر کو غریب کے پیسے کا، حاکم کو محکوم کے ستانے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ میاں اور بیوی، بادشاہ اور رعایا، زردار و نادار، ادائے حقوق کے لحاظ سے اللہ کی عدالت میں سب بالکل برابر ہیں۔ دھیان اپنے فرائض کا رکھو، اپنی ذمہ داریوں کو ایک دوسرے کے حق میں ادا کرو۔ مطالباتِ حقوق کا نام لے کر غل غپاڑہ نہ کرو، دنیا کو ہنگامہ و فساد کے تہلکہ میں نہ ڈالو۔ تلوار ہاتھ میں اٹھاؤ بھی تو دنیا میں امن قائم کرنے کو، اللہ کی حکومت کا سکّہ از سرِ نو چلانے کو۔ سود کا، رشوت کا، خیانت کا، ایک ایک پیسہ حرام سمجھو۔ بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ۔ ننگے ناچ کی قدردانی نہ کرو۔ نشہ کی چیزوں کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ، ترکہ سب وارثوں کو ان کے حصۂ رسدی کے مطابق تقسیم کرو۔ یہ نہ ہو کہ سب کچھ بڑا لڑکا پا گیا اور دوسرے لڑکے لڑکیاں منہ دیکھتی ہی رہ گئیں۔ جوئے کی کمائی چوری کے مال کی طرح گندی سمجھتے رہو۔ بیگانی عورت کی طرف نظر بھی نہ اٹھاؤ۔ ہاں جائز شادیاں اگر ضرورت یا مصلحت سمجھو تو ادائے حقوق کے ساتھ ایک سے زائد بھی کر سکتے ہو۔

غرض ان ساری ہدایتوں کو اپنے پروردگار سے سیکھ کر جب وہ رہبرِ اعظم اس دنیا سے رخصت ہوا تو وہ دنیا کے ہاتھ میں ایک مکمل ہدایت نامہ اور جامع و مفصل دستور العمل دے کر گیا، اور اُس کی یہ ساری تعلیمات محض مخفی نہ تھیں، وہ ان سب کی مشق سالہا سال تک اپنے سامنے کرا کر گیا۔ اس کی قوم کے جاہلوں اور فاسقوں نے اس کا پیچھا لیا، اسے اپنے مشن کے تحفظ کے لیے مکہ معظّمہ سے جلاوطن ہو کر ڈھائی پونے تین سو میل کی منزلیں طے کر کے مدینہ جا بسنا پڑا تھا، اور بے رحمانہ سختیوں کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جو اسے اور اُس کے وفادار ساتھیوں کو جھیلنا نہ پڑی ہو۔ ساری مشکلات پر وہ اپنی معجزانہ ہمت و تدبیر سے غالب آیا۔ ملکوتی اور لاہوتی قوتیں پہاڑوں کو اس کے سامنے پانی کرتی گئیں۔ اس نے اپنے پیچھے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت ایک لاکھ سے اوپر کوئی سوا لاکھ چھوڑی۔ اور عرب کے کوئی ۱۰/لاکھ مربع میل پر وہ اپنی عادلانہ حکومت کا نقش قائم کر گیا۔ اس کی ہمہ گیر، بے نظیر، اور جمال وجلال اور کمال سب کی جامع شخصیت کے لیے ہم کو آپ کو نہیں یورپ کو آج تک اعتراف ہے کہ ''وہ دنیا کے تمام انبیا اور مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین ثابت ہوئے۔''

The most succesful of all (ALITIS) Prophetsand religiouspers

اسی حوالہ کے ساتھ ملاحظہ کیجیے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے ۱۱رویں ایڈیشن کی جلد ۱۵ صفحہ ۸۹۸۔

اور اس کے لائے ہوئے لاجواب اور بے مثال خدائی کلام کے لیے بھی آج اسی یورپ کو اقرار ہے کہ اس سے زیادہ کثیر الاشاعت دنیا کے پردہ پر کوئی کتاب نہیں۔

یہ خراجِ عقیدت منکرین کی زبان سے کس کے حصّہ میں آیا ہے؟ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ.

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سماجی برائیاں

جناب منیر انور

اس وقت ہم مسلمانان ہند جن مسائل سے دوچار ہیں اور جن اندیشوں اور خطرات سے گھرے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ہماری کوتاہیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، جن کے پیچھے مہلک بیماریوں کا ہاتھ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور جو کچھ تم کو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت سی کوتاہیوں کو تو معاف فرما دیتا ہے) اس لئے جو حالات پیش آرہے ہیں ان میں سب سے بڑا دخل ہماری کوتاہیوں، غفلتوں، بداعمالیوں اور بدکرداریوں کا ہے، یہ بیماریاں بہت سی ہیں جن کے علاج کی ہمیں ضرورت ہے، بظاہر ان بیماریوں کی سنگینی کا ہمیں احساس نہیں اور موجودہ حالات سے ان کا تعلق ہماری سمجھ میں نہیں آتا، لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ گناہوں کا ایک اثر ہوتا ہے جو ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے۔ اور جب کوتاہی اور غفلت شعاری کسی ایسی امت کی طرف سے ہو جسے انسانیت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہو تو مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے، اور پھر سستی وغفلت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس طرح کے حالات پیدا کرتا ہے کہ وہ امت دوبارہ اس طرف پلٹ آئے اور اپنی مجرمانہ غفلت کا تدارک کرے، اس لئے اس حقیقت کا ادراک بہت ضروری ہے کہ امت مسلمہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کمزور ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ تعلق ہی اس کا معاون ومحافظ ہوتا رہا ہے، اب جب ایسے محافظ سے ہم محروم ہو جائیں تو پھر شکست و ریخت کا شکوہ کیوں کر، اس لئے ضروری ہے کہ امت اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق استوار کرے، اور اپنے روگوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں علاج کرے، جب تک ان بیماریوں کو دور نہ کیا جائے گا اور ان کا علاج نہ ہوگا اس وقت تک حالات کے سدھرنے کا کوئی بھی امکان نہیں۔ یہاں ہم نے صرف چند موٹی موٹی بیماریوں کا ذکر کیا ہے جن میں ہماری اکثریت مبتلا ہے اور جن کا موجودہ حالات کے پیدا ہونے میں بہت بڑا کردار ہے، یہ وہ روحانی بیماریاں ہیں جن کو دور کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں دیگر چیزوں پر توجہ نہیں دینی ہے، وہ چیزیں بھی ضروری ہیں اور یہ بھی، دونوں میں توازن ہوگا تبھی ہماری کوششیں نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

مادیت پرستی: آج ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہر شخص دنیا کی دولت کے پیچھے پڑا ہوا ہے، ہر ایک کی نگاہ میں نقد منافع کی اہمیت ہے، جن اعمال کی بنیاد پر کل اجر ملے گا انہیں بالکل بے حیثیت سمجھ لیا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ دنیا کمانے میں لگا ہوا ہے اور اپنی موجودہ پوزیشن پر قانع نہیں ہے، بلکہ جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے وہ اسے گویا کمتر سمجھتا ہے اور ہمہ وقت اس میں اضافہ کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے، دولت کمانا یا اس میں اضافہ کی کوشش کرنا کوئی معیوب بات نہیں، لیکن اس کے کچھ حدود ہیں، انہی حدود میں رہ کر انسان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

غنی اور مالدار بھی بن سکتا ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ اس مادی نقطۂ نظر نے تمام حدود کو پھلانگنا سکھا دیا ہے، اب ہر شخص اس فکر میں ہے کہ وہ دوسرے سے زیادہ مال دار ہو جائے، ایک ریس ہے جس میں سب بھاگے چلے جا رہے ہیں، نہ حلال و حرام کی فکر ہے اور نہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال۔ یہی وہ مرض ہے جس نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان حدِّ فاصل کو ختم کر دیا ہے، مسلمانوں کا یہ امتیاز تھا کہ وہ آخرت کے لئے جیتے تھے اور آخرت کے لئے ہی سب کام کرتے تھے، مگر انہوں نے اپنے اس امتیاز کو ختم کر کے خود کو اسی رنگ میں رنگ لیا ہے جو غیر مسلموں کا رنگ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے مسلمانو تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے''۔ مادیت پرستی کا اندازہ آپ علیہ السلام کو پہلے ہی سے تھا اسی لئے آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا:

''مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم فقر و فاقہ سے پکڑے جاؤ گے لیکن مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم بھی اس کے جال میں پھنس کر اسی طرح ہلاک ہو گے جیسے اس نے تم سے اگلوں کو ہلاک کیا تھا''۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اس بیماری سے باہر آئیں اور وقتی نفع سے اوپر اٹھ کر دائمی اور اخروی فائدہ پر نظر رکھیں۔

آخرت فراموشی اور بے احتسابی: مادیت پرستی کا ہی نتیجہ آخرت فراموشی ہے، آج ہم میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ کئی کئی ہفتے گزر جاتے ہیں اور ہمیں ایک بار بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک دن ہمیں خدا کے حضور پہنچنا ہے، قبر کے مراحل سے گزرنا ہے اور آخرت کے سخت ترین دن سے نمٹنا ہے، حدیث شریف میں ہے: ''قیامت کے دن کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا جب تک اس سے ان چار باتوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے اور وہ ان کا صحیح صحیح جواب نہ دے دے: عمر کے بارے میں پوچھا جائے کہ کہاں کھپائی، جوانی کہاں بسر کی، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جتنا علم تھا اس پر کہاں تک عمل کیا؟'' یوں تو ضروری ہے کہ ہمہ وقت آخرت کا استحضار رہے، لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو لازمی ہے کہ ہم ہر روز کسی خاص وقت (بالخصوص رات کو بستر پر لیٹتے وقت) خدا تعالیٰ کے دربار میں جواب دہی کے بارے میں سوچیں اور ذرا تصور کریں کہ اگر وہ ہم سے حساب لینے لگا تو ہمارا کیا بنے گا۔ روزانہ کے اپنے اعمال کا جائزہ لیں کہ کتنے اچھے عمل کئے اور کتنے گناہ کئے اور سونے سے پہلے استغفار ضرور کریں

ذاتی مفاد: ایک بڑی بیماری ہماری یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اپنے تمام اعمال و افعال اور حرکات و سکنات کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ اس سے ہمارا کیا نقصان ہے یا ہمارا کیا فائدہ ہے، حالاں کہ ہونا یہ چاہیے کہ ہم اپنے ہر عمل کو اس حیثیت سے دیکھیں کہ اس سے امت کا کیا نفع اور کیا ضرر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرد سے زیادہ امت بنایا ہے: (کنتم خیر امۃ) (وکذالک جعلنا کم امۃ) پتہ چلا کہ ہماری دو حیثیتیں ہیں، ایک انفرادی اور ایک اجتماعی، لہٰذا کوئی بھی ایسا عمل نہ کریں جس میں ہمارا ذاتی فائدہ تو ہو لیکن امت کا نقصان ہو۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوتا جس کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود رہے، بلکہ اس کا اثر دوسروں تک ضرور پہنچتا ہے اور دوسرے لوگ لازماً اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک انسان اگر نماز نہیں پڑھتا تو وہ خود تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس کا ذاتی فعل ہے، نماز پڑھے یا نہ پڑھے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا اثر اس کے بیوی بچوں اور دیگر افراد پر بھی پڑتا ہے، جب وہ نماز نہیں پڑھے گا تو دیکھا دیکھی اس کے بچے بھی نماز میں سستی کرنے لگیں گے۔ جب ایک ایسے عمل کا یہ حال ہے جو ایک حد تک ذاتی حیثیت رکھتا ہے تو ان اعمال کے بارے میں کیا کہا جائے جو سراسر اجتماعی امور سے متعلق ہوتے ہیں، اس لئے اپنے ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر ہمیشہ امت کا مفاد ملحوظ رکھیں۔ ہماری حیثیت انفرادی سے زیادہ اجتماعی ہے، ہم ایک زنجیر کی کڑیاں اور ہار کی لڑیاں ہیں اس لئے اگر کسی عمل سے اس لڑی کے بکھرنے یا زنجیر کے ٹوٹنے کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خطرہ ہو،تو ہم کوشش کریں کہ ایسا نہ ہونے پائے۔

بے حیائی اور بے کاری: اس وقت مسلمانوں میں بالخصوص نوجوانوں میں دیگر قوموں کی طرح بے حیائی اور اباحیت پرستی کا رجحان زوروں پر ہے،شرم وحیا اور عفت و پاک دامنی کے الفاظ سے معاشرے خالی ہوتے جارہے ہیں،قرآن مجید میں بے شرمی اور بے حیائی پھیلانے والوں کو(**لھم عذاب الیم فی الدنیا و الآخرۃ**) سے ڈرایا گیا ہے،اس بے حیائی کا ایک سنگین نتیجہ یہ ہے کہ امت کا ایک بڑا حصہ بے کاری میں مشغول ہے،ان کاموں میں گھنٹوں گزار دئے جاتے ہیں جن میں نہ دین کا کوئی نفع ہوتا ہے اور نہ دنیا کا، بے حیائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے ریس ہوتی ہے اور جو جتنا زیادہ بے حیا ہوتا ہے وہ خود کو اتنا ہی معزز سمجھتا ہے۔ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی پر عذاب کی دھمکی دی ہے اور جس معاشرہ کا یہ حال ہو جائے کہ اس کے اکثر افراد ایسے ہی نازیبا کاموں میں زندگی بسر کررہے ہوں تو اس پر اس طرح کے حالات نہیں آئیں گے تو کیا آسمان سے منّ وسلویٰ کا نزول ہوگا۔ضرورت ہے کہ معاشرہ سے اباحت پسندی کے جذبہ کو دور کیا جائے اور عفت و پاک دامنی کے اصولوں پر اسے استوار کیا جائے اس لئے بچوں پر بالکل بچپن سے توجہ دینے کی ضرورت ہے،اور اس میں سب سے بڑا کردار والدین کا ہوسکتا ہے۔

یہ تو ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر ہے،ورنہ وہ کون سی بیماری ہے جس میں ہم گرفتار نہ ہوں،کون سا فرض ہے جس کی بے حرمتی نہ کی جاتی ہو،اور کون سا کام ہے جس کو دھڑلے سے نہ کیا جاتا ہو، پورا معاشرہ گناہوں کی دلدل میں گردن تک دھنسا ہوا ہے،اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اس کا ادراک کریں، یہ حالات ہمارے ان ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور جب تک ہم ان سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور دوبارہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سعادت مندی اور نیاز مندی کا اظہار نہیں کریں گے ہمارا ہر خواب ادھورا اور ناقص رہے گا۔

نابالغ بچوں سے خدمت لینا

حکیم الامتؒ نے فرمایا:

بعض میاں جی (اساتذہ) بچوں پر دوسری طرح ظلم کرتے ہیں،وہ یہ کہ ان سے اپنے گھر کی خدمت لیتے ہیں،کہیں پانی بھرواتے ہیں،کبھی آٹا پسواتے ہیں، کبھی مٹی ڈھلواتے ہیں۔یاد رکھو! والدین کی اجازت کے بغیر نابالغ بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں۔

بعضے میاں جی (حفاظ،مولوی) یہ کرتے ہیں کہ گرمیوں کی دوپہر میں خود تو سوتے رہتے ہیں،اور بچوں سے پنکھا جھلواتے ہیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے،آخر جس طرح تم کو نیند آتی ہے،ان کو بھی آتی ہے۔

ہمارے یہاں مدرسہ میں ایک حافظ صاحب تھے،ایک روز انھوں نے دو لڑکوں کو چکی پر آٹا لانے بھیجا،وہ سر پر لاد کر لائے میں نے کہا حافظ صاحب یہ بہت بے جا بات ہے،اگر آپ کے بچے ہوتے تو کیا ان سے بھی بوجھ اٹھواتے؟ ذرا انصاف کیجئے۔شاگرد کو اپنے بچے سے کم درجہ کا نہ سمجھنا چاہئے۔مولوی بس ہدایہ پڑھاتے وقت فقیہ ہوتے ہیں،مگر عمل میں ان کو بھی احتیاط نہیں ہوتی۔

(کلمۃ الحق/تحفۃ المدارس،جلد۲ص۴۷)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتابیں اپنے آباء کی

قسط (25)

الموسوعة الحديثية لمرويات الإمام أبي حنيفة

کے مصنف مولانا لطیف الرحمٰن قاسمی بہرائچی

مطیع الرحمٰن عوف ندوی ❖ 9794714117

(اس سلسلہ مضامین کی آخری قسط ستمبر ۲۰۲۱ء میں شائع ہوئی تھی)

اس دُنیائے بے ثبات میں ایسے ایسے ماہرین فن پیدا ہوئے کہ جن کی خدمات نگاہوں کو خیرہ کردیتی ہیں، اور عقل حیران وششدر رہ جاتی ہے خود ہمارے ملک ہندوستان ذی شان میں علم وفن کی دُنیا میں ایسے قد آور افراد نے جنم لیا جن کا پوری دُنیا میں طوطی بولتا ہے، اس ملک کے مصنّفین اور مؤلفین کی کتابوں کو دُنیا نے قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھا، کسی کو سونے سے تولا گیا تو کسی مصنف کو شاہی اعزاز واکرام سے نوازا گیا، اور پھر اس ملک کی نسبت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا:

حدثنا محمد بن الحسن الكارزي، حدثنا علي بن عبدالعزيز، حدثنا حجاج بن منهال، حدثنا حماد بن سلمة عن حميد عن يوسف بن مهران عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال: علي بن ابي طالب. اطيب ريح في الارض الهند، أهبط بها آدم عليه الصلوٰة والسلام فعلق شجرها من ريح الجنة.

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۲/۵۹۲۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے بہترین ہوا سرزمین ہندوستان میں ہے، سیّدنا آدم علیہ السلام وہیں پر اُتارے گئے اور آپ نے وہاں جنت کا خوشبودار پودا لگایا۔

اس سرزمین ہند کی شمالی ریاست اُتر پردیش کے ایک مردم خیز ضلع بہرائچ کی ایک نامور شخصیت مولانا لطیف الرحمٰن قاسمی بہرائچی کی ہے جنہوں نے ارضِ مقدسہ مکہ مکرمہ میں رہ کر درجنوں کتابیں تصنیف کیں اور بے شمار کتابوں کی تخریج وتحقیق کی، انہوں نے پوری دُنیا کے معروف کتب خانوں کی خاک چھانی اور ہزار عرق ریزی کے بعد اپنی تخلیقات وتصنیفات کو علمی دُنیا کے سامنے پیش کیا، یوں تو ان کی ساری کتابیں خالص علمی اور محققانہ ہیں لیکن ان کی سب سے مایۂ ناز تصنیف الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابی حنيفة ہے۔ جو بیس جلدوں میں ہے اور جس میں انھوں نے امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی دس ہزار چھ سو تیرہ (۱۰۶۱۳) مرویات کو جمع کردیا ہے، یہ مولانا کا ایسا شاہ کار کارنامہ ہے جس کا برسوں سے انتظار تھا، اور جس کام کا بیڑہ بڑے بڑے محققین ومحدثین نے اٹھایا تھا، لیکن اس عظیم کام کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے مولانا لطیف الرحمٰن کے مقدر میں لکھ رکھی تھی، اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہی علم وفن کی دُنیا میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی، مولانا نے پندرہ سال کی مسلسل محنت سے اس عظیم علمی کارنامہ کو انجام دیا، ہندوستان میں جمعیۃ علماء ہند نے اس کتاب کی تالیف پر اس کے مصنف کو ایک تاریخی استقبالیہ بھی دیا جس میں ملک کے مشاہیر علمائے کرام نے شرکت کی۔

ولادت اور تعلیم

مولانا لطیف الرحمٰن قاسمی بہرائچی کی ولادت ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء میں ان کی نانیہال بچارا گاؤں ضلع غازی پور میں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہوئی، غازی پور کے زمانیہ قصبہ سے متصل ایک گاؤں وتھارا آپ کا دادیہال ہے، مولانا کے والد صغیر احمد صاحب ایک بڑے تاجر اور ٹھیکے دار تھے، جوراجہ نانپارہ کے تعمیراتی کاموں کو انجام دینے کے لئے لکھنؤ منتقل ہوگئے تھے پھر جب ریاست ٹوٹنے لگی تو راجہ نانپارہ نے اجرت کی جگہ بہت سی آراضی عطا کی، جس میں ڈھائی ہزار بیگھہ ضلع بہرائچ میں دی، جہاں مولانا کے والد صاحب کے لکھنؤ سے منسلک ہونے کی وجہ سے لکھنؤا کٹھار کے نام سے ایک بستی آباد ہے، اسی طرح لکھیم پور کے علاقہ میں دوہزار بیگھہ آراضی ہے، اور قیصر گنج کے قریب تقریباً پانچ سو بیگھہ آراضی ہے، لیکن تقسیم کے بعد مولانا کے والد صاحب پاکستان منتقل ہوگئے اور کراچی میں رائل ہوٹل کے نام سے ایک بڑا ہوٹل کھولا اور ایک کمپنی بھی قائم کی اور کراچی میں بہت بڑی بڑی عمارتوں کی تعمیر کرائی، سکھر کا ایک بہت بڑا پل بھی انھوں نے اپنی کمپنی کے تحت تعمیر کیا، لیکن پھر کچھ حالات کے پیش نظر بنگلہ دیش آئے اور پھر کلکتہ میں کچھ عرصہ رہے، اور اس کے بعد وطن واپس آ گئے۔ چونکہ پاکستان منتقل ہوجانے کی وجہ سے آراضی حکومت کے قبضہ میں چلی گئی تھی، مولانا کے والد صاحب نے اس کو واگذار کرانے کی کوشش کی تو کچھ آراضی واپس ملی، مولانا کے والد صاحب نے تقسیم سے قبل بہت سے تعمیری کام کئے، ان میں بطور خاص غازی پور میں انگریزوں کا تعمیر کردہ ایک ملٹری ہوائی اڈہ بھی انھوں نے تعمیر کروایا، اس دور میں اس کا اسّی لاکھ کا ٹھیکہ تھا۔ الغرض مولانا کے والد صاحب ایک صاحب ثروت اور معزز انسان تھے، اور خیر کے کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے، مسجدوں کی تعمیر کی اور بہت سے خیر کے کام کئے۔ ان کا بزرگوں اور اکابرین سے بھی گہرا تعلق تھا۔

مولانا لطیف الرحمٰن صاحب نے ابتدائی تعلیم مدرسہ نورالعلوم بہرائچ میں حاصل کی، اس کے بعد جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ منتقل ہوگئے۔ پھر ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد وغیرہ کا علم حاصل کر کے ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں سند عالمیت حاصل کی۔

مولانا موصوف کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خاں صاحب، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا سیّد ارشد مدنی، مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری، مولانا ریاست علی ظفر بجنوری وغیرہ رہے۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد تدریس کے لئے مدرسہ شاہی مرادآباد میں تقرر ہوا، اس کے بعد شاہی کے شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار صاحب کی ایماء پر کلکتہ کے بعضے مدارس میں حدیث شریف کے درس کے لئے چند سال رہے، اس کے بعد فن حدیث پر تحقیقی کام شروع کیا اور مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی جن کو بحرالعلوم کہا جاتا ہے اور شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی کے اشراف میں کام شروع کیا، اور اس کام کا آغاز سنن ابن ماجہ کی شرح سے ہوا، لیکن کتاب عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے ناشرین اس کی طباعت پر آمادہ نہ ہوئے، خیر سے ٹونک سے اس کتاب کی پہلی جلد الدیباجة علی سنن ابن ماجه کے نام سے طبع ہوئی، اس کے علاوہ مولانا نے کچھ عرصہ جامعہ ہدایت جے پور میں بھی تدریسی فرائض انجام دیئے اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب کے اشراف میں تحقیقی کام جاری رہا، مولانا نے صحیح بخاری کی شرح التحفة الملكيه جو شہاب بن غیاث تشتری بلخی کی تالیف ہے، 1500 صفحات میں اس کا کام کیا۔ یہ کام مولانا اعظمی کے اشراف میں کیا۔ اسی نسبت سے تقریباً ۱۹۹۰ء میں مکہ مکرمہ جانا ہوا اور وہاں تحقیق وتصنیف کا کام شروع کیا۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بھی انہوں نے مخطوطات کی فہرست تیار کی اور کچھ علمی کام کئے، لیکن یہ علمی کام مولانا اپنے طور پر کرتے رہے، نہ مستقل کوئی ادارہ قائم کیا اور نہ ہی کسی ادارہ سے منسلک ہوئے، وہاں سب سے پہلا کام مسند الطحاوی کا شروع کیا، جو الحمدللہ دس جلدوں میں طبع ہوئی، اس میں کئی سال صرف ہوئے، یہ بھی ایک انسائیکلوپیڈیائی کام ہے اور بڑا تحقیقی اور علمی کام ہے، اس کے علاوہ بے شمار کتابیں شائع ہوئیں اور بہت سی کتابوں پر تحقیقی کام کیا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا کا ایک گراں قدر کارنامہ فضائل اعمال کی احادیث کی تحقیق ہے، جو تقریباً سات سو صفحات پر مشتمل ہے، انہوں نے یہ کام محض ایک ماہ کے عرصہ میں مکمل کیا، اس زمانہ میں اس موضوع پر کام کی بہت سخت ضرورت تھی اور بالخصوص غیر مقلدین علماء اس پر بہت اعتراض کرتے تھے، احیاء التراث والوں کی جانب سے کتاب پر پابندی بھی عائد تھی، اس طور پر یہ تصنیف وقت کی ایک اہم ضرورت تھی، مولانا کے عام چیلنج کے باوجود ابھی تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا، ایک کتاب ریاض کے ایک ادارہ سے ضرور شائع ہوئی، جس کو مصر سے طبع کرایا گیا، لیکن وہ بھی کوئی معیاری کتاب نہیں ہے، بلکہ بہت سے غیر مقلدین نے مولانا کی اس کتاب کا اعتراف کیا اور فضائل کے سلسلہ میں بعض ضعیف احادیث کو پیش کرنے کو تسلیم کیا۔

مولانا کا کام کرنے کا طریقہ ایک مشین اور کمپیوٹر کی طرح ہے، وہ عمر کے اس مرحلہ میں بھی جس ترتیب سے کام کرتے ہیں بڑا مشکل کام ہے، اگر کہا جائے کہ وہ اپنا پورا وقت تحقیق وریسرچ میں گزارتے ہیں، عبادت وریاضت اور مجاہدہ بھی ان کے مشاغل کا ایک حصہ ہے، وہ عموماً اتنا کام کرتے ہیں کہ بیک وقت دو تین افراد جو کمپیوٹر پر کمپوزنگ کے لئے متعین ہیں وہ پورے کام کو سمیٹ نہیں پاتے ہیں اور کام کرنے والے افراد کم پڑ جاتے ہیں۔ مولانا بہت کم آرام کرتے ہیں، سحر خیزی زندگی کا عام معمول ہے، شوگر اور دیگر امراض کے باوجود ان مشغولیات پر کوئی حرف نہیں آتا، آج کل کے طلبہ کے لئے مولانا کی زندگی ایک مثال اور آئیڈیل ہے، اور یقیناً دُنیا میں ایسے افراد نایاب تو نہیں کہہ سکتے لیکن کم یاب ضرور ہیں، آپ کی روزانہ کی تحریر کی مقدار تقریباً پچاس صفحات ہے۔ رات میں صرف دو، ڈھائی گھنٹہ ہی آرام کا معمول ہے۔ تہجد کے وقت سے معمولات شروع ہوجاتے ہیں اور رات بارہ ایک بجے تک جاری رہتے ہیں، اس میں تصنیف و تالیف کے علاوہ نقشبندی سلسلہ کے معمولات و وظائف اور تہجد وقیام لیل بھی شامل ہے۔

مولانا کی اب تک کی علمی تصنیفات تقریباً سات ہیں، جب کہ ایک درجن کے قریب کتابیں مولانا کی تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع ہوئیں، فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ الموسوعۃ الحدیثیۃ لمرویات الامام ابی حنیفہ (بیس جلدیں)
۲۔ مسند الامام الطحاوی (دس جلدیں)
۳۔ المعجم لرجال الطحاوی
۴۔ الدیباجۃ علی سنن ابن ماجہ (چار جلدیں)
۵۔ تحقیق المقال فی تحقیق احادیث فضائل الاعمال
۶۔ معجم المصنفات الحنیفیۃ
۷۔ شرح وصیۃ الامام ابی حنیفۃ لابنہ حماد

آپ کی تحقیق سے شائع ہونے والی کتابیں

۱۔ کتاب الآثار لامام ابی یوسف
۲۔ کتاب الآثار لامام محمد بن الحسن الشیبانی
۳۔ مسند الامام ابی حنیفۃ لابن المقری
۴۔ مسند الامام ابی حنیفۃ للثعالبی
۵۔ مسند الامام ابی حنیفۃ لابی نعیم الاصفہانی
۶۔ مسند الامام ابی حنیفۃ لابن خسرو
۷۔ مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی
۸۔ فضائل ابی حنیفۃ لابن ابی العوام
۹۔ جامع المسانید للخوارزمی
۱۰۔ کشف الآثار الشریفہ فی مناقب ابی حنیفۃ للحارثی
۱۱۔ الرسائل الثلاث الحدیثۃ
۱۲۔ المواہب اللطفیۃ لملا عابد
۱۳۔ المسائل الشریفۃ فی ادلۃ ابی حنیفہ
۱۴۔ **الفتاوی التاتارخانیہ**
۱۵۔ شرح معانی الآثار للطحاوی (چار جلدیں)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کیا تھے وہ لوگ...؟

ذکی الرحمٰن غازی مدنی

امام ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''عیون الأخبار'' (۶۶۲/۱) میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ مسلم افواج کے سپہ سالار حضرت مسلمہؒ نے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ چالیس روز گزر گئے مگر قلعہ ناقابلِ تسخیر بنا رہا۔ غور وخوض کے بعد انھوں نے ایک سرنگ کے راستے سے شہر میں داخل ہونے اور صدر دروازے کھولنے کی پلاننگ کی۔ کام بڑے جوکھم کا تھا، اس لیے کسی کو مجبور کرنے کے بجائے انھوں نے رضا کارانہ طور پر کسی کو بھی اپنا نام پیش کر دینے کی ہدایت کی۔ مگر فوج میں سے کوئی بھی سامنے نہیں آیا۔ شام ڈھلے ایک سپاہی آگے آیا، اس نے اپنا چہرہ جنگی خود میں چھپا رکھا تھا۔ وہ جان کی بازی لگا کر سرنگ کے راستے قلعے میں داخل ہوا اور مسلمانوں کے لیے صدر دروازہ کھول دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح مسلمانوں کو فتح سے نوازا۔

فتح کے بعد حضرت مسلمہ نے عام منادی کرائی کہ سرنگ میں داخل ہونے والا سپاہی سامنے آئے تاکہ علانیہ اس کے ساتھ اعزاز واکرام کا معاملہ کیا جاسکے، مگر کوئی نہیں آیا۔ تین دن تک مسلسل اعلان کیا جاتا رہا، مگر نتیجہ وہی رہا۔ تھک کر انھوں نے اعلان کرایا کہ میں نے اپنے خادمِ خاص کو اجازت دے دی ہے کہ سرنگ میں داخل ہونے والا مجاہد جس وقت بھی چاہے مجھ سے ملنے آجائے۔ وہ براہِ راست میرے پاس آسکتا ہے۔ اسے روکا نہیں جائے گا اور میں قسم دے کر اس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے ایک بار ضرور آکر ملے۔

اس منادی کے بعد رات کے آخری پہر میں ایک شخص آیا اور خادم سے حضرت مسلمہ کے پاس لے چلنے کی درخواست کی۔ حاضرین وخدام نے پوچھا کہ کیا تم ہی سرنگ والے سپاہی ہو؟ اس نے کہا: "میں وہ نہیں ہوں، لیکن میں تمھیں اس کے بارے میں بتا سکتا ہوں۔" خادموں نے جا کر یہ بات حضرت مسلمہ کو بتائی تو وہ فی الفور ملنے کے لیے رضامند ہوگئے۔

ملاقات ہوئی تو اس آدمی نے کہا: "سرنگ والے سپاہی نے آپ سے ملنے کی تین شرطیں رکھی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا نام خلیفۃ المسلمین کے سامنے ذکر نہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اسے کسی قسم کا انعام نہ دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اس سے پوچھا نہ جائے کہ وہ کون ہے، کس قبیلے سے ہے اور کہاں اس کا گھر ہے۔" حضرت مسلمہ نے تینوں شرطیں مان لیں تو اس آدمی نے کہا: "سرنگ والا سپاہی میں ہوں۔" اور چلا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس واقعے کے بعد سے حضرت مسلمہ کا معمول تھا کہ اکیلے نماز پڑھتے یا جماعت کی امامت کرتے، وہ نماز کے بعد بہ آوازِ بلند یہ دعا ضرور مانگتے تھے کہ "اے اللہ، میرا حشر، اس سرنگ والے سپاہی کے ساتھ فرما۔ اے اللہ اپنے گمنام بندے کو اپنی بہشت میں جگہ دے کر اس کا شایانِ شان اکرام فرما۔"

میں جب بھی اس واقعے کو یاد کرتا ہوں، عجیب کیفیت دل پر طاری ہوجاتی ہے۔ کیا آج ہماری صفوں میں کچھ سرنگ والے دکھائی دے رہے ہیں؟ کیا ہماری تحریکوں اور جماعتوں میں کچھ سرنگ والے موجود ہیں؟ کیا ہمارے اداروں میں کچھ سرنگ والے موجود ہیں؟ دوسروں کو چھوڑیے، کیا ہم خود سرنگ والے ہیں یا اس جیسا بننے کا حوصلہ اور عزم رکھتے ہیں؟

اف یہ جادہ کہ جسے دیکھ کے ڈر لگتا ہے
کیا مسافر تھے جو اس راہ گزر سے گزرے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کیا ہم مسلمان ہیں؟

سجدۂ بندگی نقطۂ عروج پر

مولانا شمس نوید عثمانیؒ

نہ جانے جنوبی ہندوستان کی سرزمین پر تاریخ نے اسلام کی کس طاقت کا لرزہ خیز جلال دیکھا تھا، کہ صدیاں گذر گئیں مگر ہنوز تاریخ کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی ہیں! مسٹر مہنو منشیا سابق وزیر میسور نے جب مسلمانوں کے ایک اجتماع میں اس حیرت انگیز واقعہ پر سے نقاب اٹھایا تو ان کی غیر مسلم آواز میں اسلام کی اس بے پناہ ایمانی قوت پر تاریخ کی دہی صدیوں پرانی حقیقت کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔

آج سے سیکڑوں سال پہلے۔ تاناشاہی گولکنڈہ کے قلعہ کی دیوہیکل، سربہ فلک فصیلوں سے برستی ہوئی تیروں کی بے رحمانہ بوچھار میں اورنگ زیب کی سپاہِ اسلامی، ایک ایسی عظیم شان و جبروت اور بے مثال استقلال کے ساتھ ایستادہ ہے، جیسے خون کے سرخ سمندر اور موت کی ژالہ باریوں میں کوئی سربہ فلک چٹان کھڑی ہوئی ہو! تیروں کی بارش میں گوشت پوست کے جسم زخم پر زخم کھا رہے تھے، مگر خوف اور خون کی طوفانی موجوں کا بے پناہ ریلا اس سپاہ کے کوہستانی استقلال میں ذرا بھی جنبش نہ پیدا کرسکا، چٹانوں اور پتھروں کے مستحکم قلعہ کا صدیوں پرانا جاہ وجلال، جس کو بھولے سے بھی یہ خیال نہ ہوا ہوگا، کہ انسانی گوشت پوست کے لوتھڑوں میں، کبھی ان چٹانوں اور تیروں سے ٹکرا جانے کی جرأت سر اٹھا سکتی ہے۔ جن کو عناصر کے موسمی غیظ وغضب نے کبھی آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھا تھا۔ جن کو برق وباد کے طوفان اور زلزلے عقیدت سے دیکھتے ہوئے گزرتے تھے۔ آج اسی جاہ وجلال کو گوشت پوست میں لپٹی ہوئی مشت بھر انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے، اپنے ایمانی استقلال سے پاش پاش کئے دے رہے تھے۔ اسلامی سپاہ کے تیر وتفنگ کے حملہ میں قلعہ کی دیواریں چھلنی ہوئی جا رہی تھیں۔ پتھروں اور چٹانوں کا تعمیری پہاڑ اپنی بنیادیں لرزتی ہوئی محسوس کر رہا تھا، مگر وہ انسان جو چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے نہ جانے کب سے زندگی اور موت کے درمیان خطرات کے منجدھار میں پڑے ہوئے تھے، اپنے مجروح اور خوں چکاں زخموں کے ہجوم میں اس طرح سکون واطمینان سے اٹل کھڑے تھے، جیسے ان کے جسموں کے اندر چھپی ہوئی خداشناس روحوں کو، دنیا کی کوئی طاقت چھونے کی بھی جرات نہیں کرسکتی! یہ قلعہ کی دیواریں حیرت میں گم تھیں، دیواروں پر ماہر تیراندازوں کی ٹولیاں دیکھ رہی تھیں کہ آخر ان مشت بھر مٹی کے انسانی جسموں میں وہ کون سی چنگاری شعلہ زن ہے جو نہ خون کے سیلاب میں سرد ہوتی ہے اور نہ تیروں کی خوف ناک آندھیوں میں بجھنے کا نام لیتی ہے! لیکن ابھی ان حیرت وعقیدت کے تماشائیوں کو اس جنگ کا اس سے بھی عظیم تر محاذ دیکھنا باقی تھا۔

ٹھیک اس لمحہ جب کہ ہفتوں کی موت اور زندگی کی کشمکش، کامیابی کی منزل کو چھونے والی تھی۔ جب تیر وکمان کے خوں چکاں زخموں پر فتح کا نرم وشیریں ہاتھ مرہم رکھنے والا تھا۔ جب قلعہ کے باہر میدان میں خون اور پسینہ میں شرابور فوج کو یہ قیمتی موقع مل رہا تھا، کہ وہ آہنی پھاٹکوں کو چیرتی ہوئی قلعہ کی چوٹیوں پر جا چڑھے، اور تیروں کی بوچھار کرنے والے تیراندازوں کے سر پر بجلی بن کر ٹوٹ پڑے،..... ہاں ٹھیک اس وقت جب دنیا اپنی تمام رعنائیوں اور جاذبیتوں کے ساتھ مجاہدین کے قدموں میں ایک ادائے سپردگی کے عالم میں جھک جانے والی تھی۔ ٹھیک اسی وقت انسان نے اپنے لئے خدا کی پکار سنی: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ ہی عظیم ترین ہستی ہے۔ اللہ ہی عظیم ترین ہستی ہے۔ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح" (لہٰذا دنیائے رنگ وبو کی ہر پرفریب دل کشی سے منھ موڑ کر) نمازوں کی طرف چلو!.... فلاح کی سمت دوڑو!.... خدا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی طرف تیز گام ہو جاؤ!.....اور واقعی انھوں نے ایسا ہی کیا۔قصر گولکنڈہ کی شکل میں جو دنیادی انعام ان کے ہاتھوں تک آ پہنچا تھا۔انھوں نے اس سے منھ موڑ لیا،اور نماز وفلاح کی اس پکار پر والہانہ جوش وخروش سے بڑھتے چلے گئے۔حسین تمنائیں،لذیذ خواہشات،سنسنی خیز دل کش خواب،اور پوری دنیادی زندگی ان کے پیچھے پیچھے ان کو پکارتی آرہی تھی۔

مگر وہ ہر طرف سے کٹ کر کائنات کے واحد پالن ہار خدائے ذوالجلال کے آگے عجز وخشوع کے ساتھ صف آرا ہو گئے، جیسے نماز وفلاح کی اس پکار کے چند لفظ اتنی عظیم الشان قیمت رکھتے تھے کہ ان کو تخت وتاج اور قصر وایوان کے بدلہ میں بھی فروخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس سود و زیاں کی ماری دنیا میں کسی اور ہی دنیا کے راہی تھے،جن کی منزل اس زمین وآسمان سے دور....موت وحیات کے اس پار...دور بہت دور کہیں تھی۔ہیروں اور موتیوں کے انبار ان کی دسترس میں آیا چاہتے تھے۔مگر انھوں نے صرف اپنے خدا کے لئے خاک کے حقیر ذرّوں پر پیشانی رکھ دینے کو پسند کیا۔تاناشاہی فوجیں ان کی غلامی اور حلقہ بگوشی کے لئے مجبور ہونے والی تھیں،مگر خدا کے بندے خود ہی عبودیت وبندگی کے جذبۂ سرشار میں مالک الملک کے سامنے زمیں بوس ہو رہے تھے۔سنگ وآہن سے ڈھلے ہوئے اور سیم وزر سے جھنکارتے ہوئے شاہی قلعہ کی کنجیاں ان کے جس دامن میں گرنے والی تھیں،انھوں نے خود ہی اس دامن کو جھاڑ کر انسانی زندگی کے آخری انجام کے تصور میں داور محشر کے آگے دامن سوال پھیلا دیا تھا۔

کیسا عجیب اور کتنا حسین تھا یہ منظر جان نثاری!....اسلام ہی نہیں،خود کفر بھی ان کی اس ادا پر سر دھن رہا تھا۔تاناشاہ اور اس کے ماہر تیراندازوں نے یہ منظر دیکھا۔ان کو خود اپنی آنکھوں کے مشاہدہ پر یقین نہ آتا تھا کہ انسان،ان جیسے کچھ انسان ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ایک اَن دیکھی دنیا اور نادیدہ خدا کے وجود پر ایسا یقین رکھتے ہوں،کہ آنکھوں دیکھی دنیائے رنگ و بو اور محسوس نعمتوں کے لاکھوں شاہی خزانے بھی اس یقین کے آگے خیرہ ہو کر رہ جائیں،ٹھوس مادی حقیقتوں کی دنیا کے درمیان انسان غیب کی دنیا کے خوابوں میں اس طرح گم ہو جائے! مگر ابھی تاناشاہ کو یہ خیال تھا کہ یہ جوش بندگی شاید شمشیر دسنان اور تیر وکمان کے نرغے میں خدا کے آگے سجدہ ریز ہو جانے کے خطرناک نتائج کا شعور نہیں رکھتا! اور جیسے ہی نماز پر قلعہ کی سمت سے تیروں کی بوچھار اس خطرہ کی نوعیت سمجھائے گی،عقیدت سے جھکے ہوئے سر وحشت وہراس کے عالم میں گھبرا کر اٹھ جائیں گے۔انسانی حملہ سے خائف ہو کر ''خدا کی اس صف آرا فوج'' کا شیرازہ بکھر جائے گا.....اب اقامت کی آواز کے بعد امام جائے نماز پر آ چکا تھا۔اور دنیا کو دین کے داؤ پر لگا کر.....زندگی اور موت کے امید وبیم سے دور اپنے خالق کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا اس حقیقت کا اعتراف کر رہا تھا،کہ یہ جسم وجان،یہ موت اور زندگی،اور یہ ساری متاع حیات،تیری امانت ہے۔اس لئے تیری پکار پر ہر شے حاضر خدمت ہے۔ادھر فوج کے ایک عام انسان نے یہ جذبات پیش کئے اور جماعت میں ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے شاہ وگدا نے اس کی آواز سے دل کی دھڑکنوں کی آواز ملائی۔ادھر قلعہ کی فصیل سے ایک تیر سنسنا تا ہوا آیا اور ایمان کی قربان گاہ پر سپردگی وجاں نثاری کا دعوی کرنے والے کے جگر کو چاک کر گیا۔امام کی لاش خدا کا نام لیتی ہوئی جائے نماز کے کنارے پر گری اور فی الفور ''دوسرا امام'' صف سے نکل کر اس قربان گاہ پر سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو گیا۔موت کے خوں ریز دہانہ پر ایمان ویقین کے انسانی پہاڑ پوری شان،سکون واستقلال سے کھڑے ہوئے تھے،قلعہ کے تیرانداز اور تاناشاہ یہ منظر دیکھ رہے تھے،اور عالم حیرت میں ایک بت کی طرح ساکت وصامت کھڑے تھے۔دوسرا تیر کمان سے نکلا اور دوسرے امام کو خاک وخوں میں غلطاں کر گیا۔ایک ساعت کے لئے جانماز خالی رہ گئی۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تیسرا امام کون بنے؟ اب کون ہے جو ایک یقینی موت کے نشانے پر جست کرے؟ نمازی سوچ رہے تھے، تیرانداز منتظر تھے، تاناشاہ نظر جمائے ہوئے تھا، زمین و آسمان سانس روکے ہوئے اس عجیب منظر پر نگاہیں مرکوز کئے ہوئے تھے۔ تاناشاہ نے سوچا کہ شاید کفر کا وار کاری ثابت ہوا ہے، اور ایمان و یقین کا دل قاتلانہ گھاؤ دکھا کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوا چاہتا ہے۔ قلعہ کی فصیل سے تیراندازوں نے فخر و مسرت کا وحشیانہ قہقہہ لگایا، لیکن دوسرے ہی لمحہ ان کی بصارت پر ایک خیرہ کن بجلی کوند گئی۔ ان کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ اب ان کے ہاتھ کپکپائے اور تیر و کمان چھوٹ کر زمین پر آرہے۔ ان کی کھلی آنکھوں کے سامنے اس بار جس شخص نے خود کو موت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کے لئے پیش کیا تھا وہ کوئی سپاہی نہیں، بلکہ خود اورنگ زیب تھا!..

شہنشاہ نے، فوجوں اور قلعوں کے کج کلاہ نے اپنی ساری عظمت و سلطنت کے خوابوں کو ایک سجدۂ بندگی پر نثار کرنے کا تہیہ کرلیا تھا! تاناشاہ اور تیراندازوں کو بھولے سے بھی یہ گمان نہ ہوسکتا تھا کہ زمین پر حکومت کرنے والا ایک انسان اپنے دشمن کو زیر کرتے کرتے اپنے خدا کی آواز پر ہاتھ روک کر خود کو دشمن کے مہلک تیروں کی باڑ پر رکھ سکتا ہے۔ ان لوگوں کے پورے وجود جذبات کے ہیجان سے تھرتھر گئے، نفرت انتقام کے پتھروں میں عقیدت و مرعوبیت کی برقی سنسنی دوڑ گئی۔ انسانیت کی عظمت ایک زلزلہ بن کر قلعہ اور قلعہ کے بادشاہ پر رعشہ دوڑاتی چلی گئی۔

نہیں!" تاناشاہ، تیراندازوں کو تیراندازی کا حکم دینے کے بجائے والہانہ جوش میں چیخ اٹھا، نہیں شہنشاہ پر کوئی تیر نہ چلایا جائے، یہ انسان نہیں، دیوتا ہے"۔ لیکن شہنشاہ نے اپنی پوری جماعت کے ساتھ اپنے خدا کے آگے سر بہ سجود ہوتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ دیوتا نہیں، صرف انسان ہے۔ خدا کا بندہ اور ایک کمزور انسان ہے! جس کی گرد کو بھی اوہام پرستی کے دیوتا نہیں پاسکتے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب انسان نے اپنی انسانی عظمت کا یہ عملی ثبوت دیا، تو گولکنڈہ کے قلعے ہی نہیں، زمین و آسمان کے تمام خزانے قدرت نے اس کے قدموں پر نچھاور کردیئے! لیکن تاریخ ہم خدافراموشوں سے پوچھ رہی ہے کہ اے اسلام کا دعوی کرنے والو! تمہاری پیشانی میں بھی کوئی سجدہ ہے؟ کوئی ایسا سجدہ جو دنیا کو خدائے واحد کے آستانے پر جھکانے کا سبق دے۔؟

غزل

جناب ڈاکٹر جمیل مانوی

راہ آسان ہے میری یہی دشواری ہے
میری ہمت ہے کہ اب تک یہ سفر جاری ہے

خود کو مدت سے فراموش کئے بیٹھا ہوں
یہ جو تم یاد ہو یہ دل کی رواداری ہے

دل تو کہتا ہے، مصیبت میں اکیلا نہ رہوں
جس نے در بند کئے، وہ مری خود داری ہے

فتنہ پرداز نئی شان سے اٹھے اب کے
ہر طرف تیری ذہانت کا فسوں طاری ہے

پوچھ لیتے ہیں کبھی کام بھی آجاتے ہیں
میرے احباب میں اتنی تو رواداری ہے

کون مشتاق نہ تھا چہرۂ انور کے لئے
جا چھپے خاک میں یہ کیسی رواداری ہے

علم بھی بھیس بدلنے میں ہے مصروف جمیلؔ
اہل ثروت میں جو خیرات کی تیاری ہے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

سعد ادریس ولی اللہی

جامعہ پھلت میں ڈاکٹر نعیم صدیقی پھلتی پر سیمنار

امام الحدیث شاہ ولی اللہ کے آبائی وطن پھلت شریف کے دینی ادارہ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ میں ’’ڈاکٹر نعیم صدیقی شخصیت و خدمات اور امتیازات‘‘ کے عنوان سے منعقد سمینار کو خطاب کرتے ہوئے علامہ محمد یامین نے کہا قرآن کریم کی متعدد آیات ایسی بھی ہیں جن میں سابقہ امتوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، ایسی آیات بھی ہیں جن میں پیغمبروں اور ان کی اقوام کا تذکرہ ہے، اچھے واقعات عبرت کے لیے اور ناگفتہ بہ واقعات احتیاط کے لیے ہوتے ہیں، انھوں نے مزید کہا حدیث شریف میں ہے کہ مردوں کو اچھائی سے یاد کرو، مطلب یہ کہ اُن کی خوبیوں کو دیکھو، آج ہم جس شخصیت یعنی ڈاکٹر نعیم صدیقی کی حیات و خدمات کے سلسلے میں یہاں جمع ہوئے ہیں، وہ شخصیت عصری اور روحانی دونوں علوم کی حامل تھی۔ انھوں نے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے ڈاکٹری کی تعلیم تو مفتاح العلوم جلال آباد سے مولویت کی تعلیم حاصل کی تھی، سچی بات یہ ہے کہ وہ اپنے دور میں مقام صدیقیت پر فائز تھے اور مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی سے روحانی تعلق بھی تھا اور آپ اُن کے جسمانی معالج بھی تھے۔ مولانا ممشاد قاسمی نے کہا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں کسی بھی انسان کو خود کی قدر کرانے کے لیے موت کے مرحلہ سے گزرنا پڑتا ہے، جیتے ہی بھلے انسانوں کا احترام اور عظمت یہاں کم ہی ہوتی ہے، انھوں نے کہا ڈاکٹر نعیم صدیقی کے دور میں وہ طالب علم تھے، ہم نے دیکھا کہ جو طالب علم ڈاکٹر نعیم کے مطلب پر جاتا، اس کو دوائی کے ساتھ ساتھ تسلی بھی مل جاتی اور ہمدردی بھی، انھوں نے کہا ڈاکٹر نعیم وہ شخصیت تھے جو ادیان اور ابدان دونوں کے عالم تھے گویا روحانیت اور مادیت دونوں کے حامل تھے، ڈاکٹر نعیم صدیقی کے درسی ساتھی ڈاکٹر صغیر حسن علیگ نے کہا ڈاکٹر مرحوم شروع سے ہی سادگی پسند تھے، متواضع تھے، وہ دوران تعلیم ہاسٹل سے باہر کم ہی جاتے تھے، ان کے دوسرے درسی ساتھی ایڈوکیٹ شہزادہ پرویز نے کہا ڈاکٹر مرحوم یونیورسٹی سے باہر کم ہی جاتے تھے۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ تمہیدی خطبہ میں ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے کہا مرحوم نے 16 برس کا عرصہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اجل مولانا مسیح اللہ خان کی خدمت میں گزارا، جلال آباد سے وہ پھلت آئے تو یہاں آکر مدرسہ کے تعلیمی نظام کے ساتھ ساتھ روحانی مجالس کا بھی آغاز کیا، یہ سیمینار اس لیے منعقد کیا گیا ہے کہ ان کے جانکاران کی زندگی کے اہم واقعات سے روشناس کرائیں صدارتی خطاب میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے ناظم اعلی مولانا نجم الحسن تھانوی نے کہا روحانیت میں ایک چیز ہوتی ہے فنائیت یہ چیز ڈاکٹر نعیم صدیقی میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، سیمینار کی پہلی نشست کو مولانا عمران مظاہری، مولانا سالم مفتاحی، مولانا بلال مفتاحی اور مولوی فیض اشرف وغیرہ نے بھی خطاب کیا۔ حفظ القدیر ندوی نے ڈاکٹر نعیم صدیقی کی حیات و خدمات پر تفصیلی مقالہ پیش کیا، سیمینار کے کنوینر اور نظامت کر رہے مفتی عاشق پھلتی نے مہمانوں کا تعارف کرایا مولانا احمد اور مولانا طاہر ندوی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ سیمینار کا آغاز محمد عثمان کی تلاوت اور عبدالرب کی نعت پاک سے ہوا۔ خصوصی شرکا میں مولانا محمد اقبال، قاری اعظم اسامہ عددی ایڈووکیٹ حکیم ظفر محمود قاضی عدیل چیرمین محمد شاہد سید محمود آسن قاری مطلوب ریاض الدین ندوی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: صحبت کرنے کے بعد غسل جنابت سے پہلے بچے کو دودھ پلانا کیسا ہے؟

ج: بچے کو دودھ پلانے کے لیے عورت کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے، حالتِ جنابت میں بھی عورت اپنے بچے کو دودھ پلاسکتی ہے، لیکن کوشش یہ کرنی چاہیے کہ جلد از جلد غسل کرلیا جائے، حالتِ جنابت میں زیادہ دیر تک نہ رہنا چاہیے، اور فرض غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز قضا ہوجائے، گناہ ہے۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (2/440) "وعن علی رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ولا یدخل الملائکۃ بیتاً فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب (رواہ أبوداؤد والنسائی)

س: بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن تک بیوی کے پاس جانے کا کیا حکم ہے؟

ج: بچے کی ولادت کے بعد جب تک بیوی حالتِ نفاس میں ہو، اس سے ازدواجی تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے، اس کی مدت چالیس دن ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ جب خون آنا بند ہوجائے خواہ چالیس دن کے اندر اندر ہو وہ پاک سمجھی جائے گی، بہرصورت نفاس سے پاکی سے پہلے ہم بستری کرنا جائز نہیں ہے:

(قولہ: یمنع) أی الحیض و کذا النفاس، خزائن" الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (1/290)

س: مسجد میں کتا چلا گیا نمازیوں نے دیکھ کر بھگایا لیکن کہیں کہیں اس نے گندگی کردی کیا ہمیں پوری مسجد کو دھونا پڑے گا یا پھر جہاں تک گیا ہے؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں؟

ج: صورت مسئولہ میں پوری مسجد کو دھونا ضروری نہیں ہے، صرف ان جگہوں کو دھولینا کافی ہے جہاں کتے نے گندگی کی ہے اور نجاست لگی ہے، جیسے اگر کتے کے پاؤں وغیرہ میں نجاست لگی ہو اور اس سے مسجد کا فرش وغیرہ بھی ملوث ہوا ہو تو جہاں نجاست لگی ہو اس حصے کو دھونا ضروری ہوگا، اسی طرح اگر اس کا لعاب کہیں ٹپکا ہو یا لگا ہو تو اس حصے کو بھی دھونا ضروری ہے صرف کتے کے مسجد میں داخل ہونے سے جبکہ وہ سوکھا ہو مسجد کو دھونا لازم نہیں

س: ہم برتن خریدتے ہیں تو کبھی اس میں بال آیا ہوا ہوتا ہے کبھی کنارہ ٹوٹا ہوتا ہے، سستا مل جائے گا اس وجہ سے بھی کبھی خرید لیتے ہیں کیا ایسے برتن خریدنا منع ہے؟ شرعی رہنمائی فرمائیں؟

ج: حدیث پاک میں ایسا برتن کٹورا، پیالہ، گلاس وغیرہ جس کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہو، اس کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے منہ لگا کر استعمال کرنے کی ممانعت آئی ہے، اس لئے ٹوٹے ہوئے برتن کو استعمال کرنے سے عموماً منع کیا جاتا ہے۔ البتہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علماء لکھتے ہیں کہ یہ ممانعت بطورِ شفقت ومہربانی ہے، جسے اصطلاح میں "نہی ارشادی" کہا جاتا ہے، یعنی ممانعت میں یہ پہلو ملحوظ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ٹوٹی ہوئی جگہ منھ لگا کر کھانے یا پینے سے منہ زخمی ہوجائے یا کوئی اور نقصان ہوجائے، لہٰذا اس برتن کی جو جگہ نہ ٹوٹی ہو اس جگہ سے استعمال کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح وہ برتن جسے منہ لگائے بغیر اس طور پر استعمال کیا جائے جس میں نقصان کا اندیشہ نہ ہو، یہ بھی بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر ٹوٹے ہوئے برتن کے علاوہ کوئی برتن نہ ہو تو اسے استعمال کرنے میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے، اور اگر ٹوٹے ہوئے برتن کی اصلاح ومرمت کے بعد اسے قابلِ استعمال بنایا جاسکتا ہو تو بعد از اصلاح اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، بہرحال یہ ممانعت ارشادی کی قبیل سے ہے، حرمت کی قبیل سے نہیں ہے۔ (سنن أبی داود (3/337)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

الصلاۃ خیر من النوم۔نماز سونے سے بہتر ہے

مرض لگنے کے اوقات پر ایک بین الاقوامی سمینار کی روداد

امراض قلب پر ڈاکٹر سجاد نے ایم ڈی کے بعد ملک کے ممتاز میڈیکل کالج سے ڈی ایم کیا اور اب وہ وہاں کارڈیالوجی ڈپارٹمنٹ میں صدر شعبہ تھے، انہوں نے اپنی جرمنی کے ایک بین الاقوامی طبی سمینار کی داستان کچھ اس طرح سنائی: ماہرِ امراضِ دل ہونے کے ناطے مجھے دنیا بھر سے طبی اجتماعات اور محاضرات میں شرکت کی دعوت ملتی ہے، مگر یہ والا محاضرہ (سمینار) مجھے دعوت نہ ملنے کے باوجود بھی شمولیت پر اکسا رہا تھا، اور اس شدت سے شرکت کی خواہش کا سبب اس سمینار کا اچھوتا عنوان تھا جس کے مطابق امراض لگنے کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے۔ جیسے برین ہیمبرج کتنے بجے ہوگا، شوگر کا مرض دن کے کتنے بجے لگے گا، یا دل کا دورہ کس وقت پڑ سکتا ہے، یا دماغ کی شریانیں پھٹنے کا کون سا وقت ہوتا ہے؟ کیا کسی مرض کے لگنے کا ایک وقت بھی ہوتا ہے؟ اور پھر یہ سب کچھ جاننے کے لئے میرا شوق اور تجسس جیت گیا، میں نے ویزہ لگوایا اور ٹکٹ بنوا کر جرمنی کے شہر (Düsseldorf) میں اس اہم موضوع پر ہو رہے طبی سمینار کے لئے رختِ سفر باندھ لیا، سمینار کے دوران میری کوشش رہی کہ کسی بھی موضوع پر ہو رہی گفتگو میں اپنی شمولیت لازمی بناؤں مگر امراض دل سے متعلق کوئی بھی نشست چوکنے نہ پائے، پہلے دن کی نشست میں ایک جرمن مقرر جن کا مذہب کوئی بھی ہو مگر مسلمان نہیں تھا اور نہ ہی اس کا ہمارے دین اسلام سے کوئی تعلق تھا، تقریر کر رہے تھے، ان کے مطابق: دنیا بھر سے مریضوں کے اعداد و شمار اکٹھے کرنے کے بعد، طبی علوم کے علماء نے یہ جانا ہے کہ دل کے منجملہ امراض اور مشاکل جیسے دل کی شریانوں کا بند ہو جانا، یا دماغی امراض جیسے دماغ کو جاتی ہوئی شریانوں کا بند ہو جانا یا پھٹ جانا صبح کے آٹھ بجے واقع ہوتے ہیں۔ کیا آپ اس بیان کی تفسیر جاننا چاہتے ہیں؟ میں بتاتا ہوں: جب ہم رات کو سوتے ہیں تو ہمارے جسم میں خون کا دوران سست پڑ جاتا ہے، اگر شریانیں پہلے سے ہی جامد مواد سے اٹی ہوئی ہوں تو خون کے بہاؤ میں رکاوٹیں نیند کے بعد بڑھتی رہتی ہیں، خون شریانوں میں بہتے ہوئے یا خاص طور پر ان اٹی ہوئی جگہوں سے گزرتے ہوئے لوتھڑوں (coagulate-Clots) کی شکل اختیار کر جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے جسمانی نظام میں ایسا طریقہ رکھ چھوڑا ہے، جو دباؤ کی حالت میں ان شریانوں میں اکڑاؤ پیدا کر کے انہیں پھٹنے سے بچاتا ہے، لیکن شریانوں کا یہ اکڑاؤ اور اُس میں جم جانے والے خون کے لوتھڑوں کی وجہ سے دل کا دوران خون رُک جاتا ہے جو دل کے دورے یا دماغی شریانوں کے پھٹنے کا سبب بن جاتا ہے۔ جرمن مقرر بتا رہا تھا کہ اس عارضے سے بس وہی بچ سکتے ہیں جو صبح سویرے جاگ جائیں اور اگر نیند کی دوبارہ حاجت ہو تو گھنٹہ بھر جاگنے کے بعد پھر سے سو جائیں، اس سے ہمارے جسم سے بنا ہوا وہ میکنزم جو شریانوں کو اکڑا کر پھٹنے سے بچا رہا ہے وہ میکنزم بند ہو جائے گا اور طبعی سلسلے پھر سے بحال ہو جائیں گے، مقرر بولتا جا رہا تھا اور میرا دماغ سوچ رہا تھا کہ یہ مقرر شاید مجھے "الصلوۃ خیر من النوم۔نماز نیند سے بہتر ہے نماز نیند سے بہتر ہے" کو سمجھانا چاہ رہا ہے مگر اس کے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں، دیکھئے: اللہ تبارک وتعالیٰ صبح کی میٹھی نیند کو اور اس میٹھی نیند کیلئے ہماری خواہش کو خوب سمجھتے ہیں، کہیں آپ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اللہ پاک نے ہمیں صبح سویرے جگا کر کسی عذاب میں ڈالا ہے، سچ جانئے کہ اللہ نے ہمیں اس وقت جگا کر ہماری زندگی کو بچایا ہے، میرے کلینک پر کئی مسیحی بھائی بھی علاج کیلئے آتے ہیں، اگر مجھے ادراک ہو جائے کہ یہ آدمی کسی بڑی مصیبت سے دوچار ہونے والا ہے، تو اُسے کہتا ہوں بھائی صبح سویرے چار یا پانچ بجے جاگ کر اپنے گھر کا ایک چکر لگایا کرو، پانی وغیرہ پینے کی حاجت ہو تو پانی پی لیا کرو، اور کسی فراغت کی ضرورت ہو تو اُس سے فارغ ہو لیا کرو اور دوبارہ سونے کی حاجت ہو تو پھر سو جایا کرو مگر اپنے آپ پر اُس وقت جاگنا لازمی کر لو۔

سائنس نے ثابت کیا ہے اور علمی مباحثوں سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ صبح نماز کیلئے جاگنے سے جسم کے اندر بن رہے کیمیاوی تغیرات بند ہو جاتے ہیں، خون کا دباؤ راہ راست پر آ جاتا ہے، خون کے جامد اجزاء پھر سے تحلیل ہو کر بہاؤ کے عمل کو آسان بنا دیتے ہیں اور ہمیں بہت سارے متوقع امراض سے نجات مل جاتی ہے۔